

فصل گل آئی یا اجل آئی

قرۃ العین حیدر

فصلِ گل آئی یا اجل آئی

اقبال خالد

قرۃ العین حیدر

فصلِ گل آئی یا اجل آئی

مکتبۂ اردو ادب
بازار ستھاں اندرون لوہاری گیٹ، لاہور

ناشر.......... سرفراز احمد
مطبع.......... گنج شکر پرنٹرز لاہور
قیمت.......... ۴۰/- روپے

فصلِ گُل آئی یا اجل آئی کیوں درِ زنداں کھلتا ہے

کیا کوئی وحشی اور آپہنچا یا کوئی قیدی چھوٹ گیا

فانیؔ

برآمدے کی جالی میں سے چھن چھن کر مٹیالے رنگ کی دھوپ اندر تلک پھیل گئی۔ سیڑھیوں کے گملوں کے نیچے گھاس پر لڑکیاں بالیاں، دو تین خالائیں اور چند میراثنیں ستیل پاٹیاں اور بڑے قالین بچھائے، گوٹے گوکھرو اور اطلس کے انبار پر جھکی، سلائی میں جٹی ہیں، اندر کمرے میں انگیٹھی کے گرد بھی سلائی کی جا رہی ہے۔ آتش دان پر سپینیش رقاصوں کے جوڑے کے قریب کئی کرسمس کارڈ رکھے ہیں۔ باورچی خانے کے سامنے بالکنی میں فرینی کے پیالے جمائے جا رہے ہیں۔ "بڑی بٹیا ـــــ اے بڑی بٹیا ـــــ" چنبیلی اوپر سے پھولی ہوئی سانس کے ساتھ اتر رہی ہے۔ "پھون آوا ہے ـــــ آئے گوا ہوائی جہاز ڈھاکے سے" ـــ "ہائیں سچی ـــــ اے صغرا بجیا ـــــ اے سلطنت باجی ـــــ اے قاسم بھیا" "برات آئے پہنچی ـــــ اری او منظوریا ـــــ اے بی جوہی خانم ـــــ"

لوگ کمینے بے حس پیارے دلارے بے تکے ڈارلنگز ہیں۔ لوگوں کا سیلاب چاروں اور سے امنڈتا آرہا ہے۔ اب سارے راستے مسدود ہیں۔

سامنے ایک جنگل ہے اپگ ڈنڈیاں، دلدل، نیلے اور اودے پھول، سُرخ پتوں نے سڑک پر چاروں اور آگ لگا رکھی ہے۔ وادی میں ٹرینیں گھروں کے پیچھے الگنیوں پر پھیلے کپڑوں کے رنگین جھرمٹوں میں سے لہراتی اُتر کی اور جا رہی ہیں۔ نشیب میں ایک دیہاتی کلب کے گولف کورس پر بوب ہوپ، بنگ کراسبی اور ٹیڈرہے کے درمیان میچ ہو رہا ہے۔ بڑی خلقت جمع ہے۔ سڑک کے کنارے صوکت اور کملا ایک کار کے بونیٹ پر چڑھی بیٹھی ہیں۔ دوربین سے بوب ہوپ کو دیکھنے کے بجائے وہ اسے دیکھ کر چلا رہی ہیں۔

جنگل کو روشن نے پیچھے چھوڑ دیا ہے۔ وہ شہر لوٹ آئی ہے۔ پارک میں زرد پتے اڑ رہے ہیں۔ جھیل میں ایک اکیلی کشتی ڈولتی ہے۔ اور آرام کرسیوں پر عسرت زدہ پنشن یافتہ بوڑھے اپنی بے یار و مددگار آنکھوں سے سامنے کا دھندلکا دیکھتے ہیں اور کانپتے ہاتھوں سے کاغذی لفافوں میں سے بن نکال کر کھا رہے ہیں۔

آج کا دن ایک اور دن ہے۔ پل پر سے انسانوں کے گروہ یونیورسٹی، لاکورٹس، سٹی کی اور جا رہے ہیں۔ میں کون ہوتی ہوں کہ اس اہمیت میں شامل رہنے سے انکار کروں۔ ہاں یہ بالکل صحیح ہے۔ مجھے ڈر لگتا ہے جنوں کی سرائے میں کملا کا کراؤڈ سرخ میزوں کے گرد جمع اپنی باتوں میں مصروف ہے۔ اور اسکرپٹ ان کے سامنے رکھے ہیں۔ یہ کون لوگ ہیں۔ ان

سے میرا کیا تعلق ہے؟ (تم سے ـــــ تم سے بھی میرا کیا تعلق ہے؟)
یہ ZERO HOUR ہے۔ پروفیسر آر بیری اور رادھا کرشنن اب اور کیا
پڑھائیں گے۔ مجھ سے بہت فاصلے پر لڑائیاں لڑی جا رہی ہیں۔
اور سال ختم ہوا جاتا ہے۔ کیا یہ صحیح ہے کہ ایک کراسیس آ کر گزر گیا؟
میں کیوں فکر کروں جب کہ آج کی تہلکہ خیز خبریں کل ردی میں بکتی ہیں۔
گو سینٹ سیبستیاں اپنے تیر کے انتظار میں کھڑا ہے۔

جنگل کو اب شفق کی سرخ روشنی نے اپنے میں چھپا لیا۔ پگ ڈنڈیاں، دلدل۔ نیلے اور اودے پھول۔ سیدھی خاموش شفاف سڑک جو ایک خوبصورت گاؤں سے دوسرے خوبصورت گاؤں کی طرف لہراتی جا رہی ہے۔ میں اس جنگل میں سے کبھی گزری ہوں۔ میں نے اس میں ہیدر کے چھوٹے چھوٹے شگوفے جمع کئے تھے (ہیدر خوش قسمتی کی نشانی ہوتا ہے۔ راہ میں ایک خوش دل بوڑھیا نے مجھ سے کہا تھا)
ہم اپنے اپنے دفتروں سے تھکے ماندے لوٹے ہیں۔ صولت آج کل روم سے آئی ہوئی ہے اور شکنتلا کے یہاں ٹھہری ہے۔ روشن کا کالج بند ہو چکا ہے۔ ہم نے راستے میں ایک اسٹیشن سے اسے ساتھ لے لیا ہے۔ اب ہم گھر میں محفوظ بیٹھے ہیں۔ گھر ـــــ نیچے صوفے، فرش پر بکھری ہوئی کتابیں۔ کھڑکی میں رکھی ہوئی انناس کی ٹوکری۔ نیوٹن اور مرکل کی بنائی ہوئی کیوبسٹ تصویریں۔ پرانے ملبوسات (اُکتا ـــــ یہ ساری کون سی ہے ـــــ ارے یہ تو وہی ہے دیا رام والی جس پر ای نڈ نے ساری چائے دانی انڈیل دی تھی۔ ای نڈ چڑیل۔ چلو اسے خط لکھیں گے،

تم چولہا سلگاؤ۔ میں پورٹر کو فون کرتی ہوں، دودھ کی بوتلیں کہاں رکھ گیا مسٹر جنکنز۔ مسٹر جنکنز ــــ یس مس ــــ نو مس ــــ ایک کمرہ ساری کائنات کا مرکز ہے۔

افوہ روشن ڈیئر آج اتنا کام تھا کہ بس انتقال ہوگیا۔ کملاؔ کہہ رہی ہے۔ اچند روز بعد دولتِ مشترکہ کے وزرائے اعظم کی کانفرنس ہے، اور پھر سارا انفریشن ڈویژن، سرکاری بلیٹن، کشمیر کا مسئلہ، کوریا کا امن، کمیونٹی پروجیکٹ، آسام کے لوک ناچ ــــ انڈیا ہاؤس کی کینٹن میں ایک خلقت جمع رہتی ہے۔ بھانت بھانت کی لڑکیاں۔ اتنی بہت سی لڑکیاں۔ یہ اپنے گھر بار چھوڑ کر یہاں کیا تیر مارنے آتی ہیں۔

روشنؔ ہمیں بہت دھیان سے دیکھ رہی ہے پھر وہ خوب ہنستی ہے۔

چنبیلیؔ اور جوہیؔ خانم پاندان سر کا کر انگیٹھی کے پاس کو ہو بیٹھی ہیں۔

"برات کو اتنی دور بھیڑ میں ٹھہرایا ہے۔ ہواں تک پہنچت پہنچت بھی سویرا ہو جاتا ہے۔" قاسم بھیّا مصروفیت سے کہتے ہوئے کمرے میں سے نکل جاتے ہیں۔ انہیں ڈرگ روڈ پہنچنا ہے۔

"ارے ابھی تو بہت وقت ہے۔ اے کچھ گاؤ بجاؤ، بیٹھی بیٹھی منہ کا دیکھت ہو ــــ" پھوپھی بیگم للکار کر کہہ رہی ہیں۔

اے بیٹا اللہ ذرا سا زردہ دے دیجئے ــــ"

ہم کا تو دولہا کی تصویر ونا ہیں دکھائیں ــــ" چنبیلی سلطنت باجی سے شکایت کر رہی ہے۔ اب انہوں نے ہنستے کھلکھلاتے ہوئے ڈھولک اپنی اور گھسیٹ لی ہے۔ بیاہ کے گیت کی آواز

سارے میں گونجتی جا رہی ہے۔

منگل گاؤں۔ چوک سجاؤں۔ گجرا چنبیلی کا لا ڈری

منگل گاؤں ——

منگل گاؤں ——

ہم بھی روشنؔ کی ہنسی میں شامل ہو گئے۔ "تم سمجھتی ہو کہ ہم ذرا تھوڑے سے دیوانے ہیں۔!!" میں نے کہا۔

"تم سے پہلی بار کملا اور شکنؔ کی ملاقات کہاں ہوئی تھی" روشنؔ نے پوچھا۔ وہ یقیناً بہت محظوظ ہو رہی تھی۔

"کالے پانی میں" میں نے جواب دیا۔

"ایں ——؟"

"آج سے تقریباً بائیس سال قبل، کالے پانی میں" میں نے اسی بے نیازی سے دہرایا۔

"کہاں ——؟" روشنؔ کو غالباً اپنے کانوں پر اعتبار نہ آیا۔

"ہاں۔ بچپن سے مزاج جرائم پیشہ تھا۔ ہم کالے پانی میں رہا کرتے تھے" میں نے کہا۔

"ہائیں ——؟"

"اور ہر وہ ایکٹوٹی کرتے تھے جو حرف 'م' سے شروع ہوتی ہے" کملا نے باورچی خانے میں سے سر نکال کر اضافہ کیا۔

"اُفوہ! خدا کے لئے —— مجھے اپنا "ایلس ان ونڈر لینڈ" خوب یاد ہے!!" روشنؔ نے جھنجھلا کر کہا۔

"ہم کس ٹھاٹھ سے 'بیس سال قبل' کی بات کر سکتے ہیں۔ اب صرف

ایک پائپ کی کسر ہے جسے میں ہونٹوں میں سنبھال کر تمہیں ایک قصہ سناؤں۔ ایک دفعہ ایسا ہوا کہ ـــــ"

"ہائے غضب خدا کا ـــ صولت دانتے اب اور بجنل میں پڑھتی ہے۔" کملا نے میری بات کاٹ کر دہاڑا۔

"میں تم ڈیکیڈنٹ لوگوں سے بات نہیں کر سکتی ـــ" صولت نے مطلع کیا اور کتاب میں مصروف رہی۔

"کیا کہا ـــ ہم ڈیکیڈنٹ ہیں ـــ ایں ـــ" میں گرجی۔ دو سال قبل صولت کو حکومت ہند کے محکمہ اطلاعات کی طرف سے ڈوکومنٹری فلم بنانا سیکھنے کے لئے روم بھیجا گیا تھا۔ وہ بیک وقت فلاسفر اور مصور تھی اور دنیا کی ہر شے کے بارے میں اس کی اپنی اٹل تھیوریز تھیں۔

"مجھے اپنے بچپن کے بارے میں کچھ بتاؤ ـــ" روشن نے دلچسپی سے ہم لوگوں کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"کیوں کیا تمہیں کچھ سائیکو اناسس وغیرہ میں دخل ہے؟" میں نے شک و شبے کی نظروں سے اسے دیکھا۔ کیا یہ بھی ان اسنوب بے وقوف لڑکیوں میں سے ہے "علم نفسیات" پڑھنے کے لئے ہر سال جن کے کھیپ کے کھیپ امریکہ بھیجے جاتے ہیں۔

"خداوندا، نہیں" اس نے کہا۔

"تو سنو ـــ" میں نے کہنا شروع کیا ـــ "ہم ان پریوں کی کہانیوں والے، نیلی آنکھوں اور سنہری بالوں والے بچوں کی طرح قطعی نہیں تھے۔ ہم ایک دوسرے کی چغلی کھاتے تھے اور پٹتے تھے اور مٹی میں لوٹ لگاتے تھے۔ تمہیں کافی مایوسی ہوگی ہمارا ایسی منظر جان کے ـــ کیا تم

ہمارا انٹرویو کر رہی ہو ——؟" میں نے پھر روشن کو شک و شبے کی نظروں سے دیکھا۔

" پریس کی آدمی تو تم خود ہو میں الٹا تمہارا انٹرویو کروں گی ——؟" اس نے کہا۔

" کاش کوئی میرا بھی انٹرویو کرتا ——" میں نے رنج سے ٹھنڈی سانس بھر کے کہا۔

" غم نہ کرو —— میں کل صبح انڈیا گرام میں تمہارا رائٹ اَپ نکلوا دوں گی۔ تم نے اپنی زندگی میں کوئی خاص بات کی ہے ——؟ مثلاً" دونوں ملکوں کی باہمی مفاہمت کے سلسلے میں اگر کوئی قدم اٹھایا ہو یا ——" کملا نے پیشانی پر بل ڈال کے دریافت کیا۔

" انڈیا گرام میں —— تاکہ میرا پاسپورٹ ضبط ہو جائے۔ ہیں ——؟"

ایک وہ ہمارا رسالہ تھا THE FORTNIGHTLY CROOK جو ہم لکھنؤ میں سائیکلوسٹائل کیا کرتے تھے۔ کملا روشن کی طرف مڑی۔ " تم نے کبھی اسے نہیں پڑھا۔ ظاہر ہے کہ تمہاری تربیت بہت غلط طریقے پر ہوئی ہے۔ آخر تم اتنی عمر کرتی کیا رہیں ——"

روشن بہت نادم ہوئی —— " اب کہیں سے دی کروک دستیاب ہو سکتا ہے —— ؟" اس نے پوچھا۔

" آں دفترا ——" میں نے کہنا شروع کیا۔

" آہ لیچیاں۔ اور دہرہ دون —— صولت نے دانتے کو ملتوی کر کے اس بصیرت افروز مکالمے میں حصہ لیا۔

" قسم خداوند تعالےٰ کی —— کالا پانی۔ دہرہ دون۔ لکھنؤ۔ ایک مستقل ہنگامہ۔ دملا۔ کملا۔ شکنتلا۔ میں۔ کیا مسلسل ادھم تھی۔ دوسروں کے

باغوں سے لیچیاں چرانے کی تمنائیں مرے جا رہے ہیں گو اپنے اپنے ذاتی باغات میں لیچیاں ہی لیچیاں تھیں۔ اسکول جانے کے لئے نکلے تو پہاڑی نالے میں اپنے موزے اور جوتے بہا دیئے اور ننگے پیر مدرسہ پہنچ کر خدمت میں پہنچ کر عرض کی کہ راستے میں ڈاکوؤں نے تعاقب کیا تھا۔ رات کو سڑک کی ساری آس پاس کی کوٹھیوں کے پھاٹکوں پر سے ناموں کی پلیٹیں اتار کر ادھر ادھر لگا دیں اور بے حد خوش ہوئے۔ پھر کالج میں مستقل ایکٹوٹی ——— وہ ایک رومینٹنگ صاحبزادی تھیں جنہیں ان کے ایک فرضی مداح کی طرف سے خط لکھ کر باقاعدہ بارہ بنکی جا کے وہاں سے خط پوسٹ کئے جاتے تھے ——— اور 'راں دے وو' کے پروگرام بنا کر انہیں چاند باغ کی سڑکوں پر بھری دوپہریا میں خوب خوب ٹہلایا جاتا ——— پرنسپل بقر عید کی چھٹی دینے سے منکر ہوئیں تو ایک سالم زندہ جمنا پاری بکرا ان کے ڈرائینگ روم میں چھوڑ کر بھاگ آئے ———

لیکن ٹھہرو ——— تمہیں ہمارے اس بکرے سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے ———" میں نے بڑی اداسی سے روشن کو دیکھا۔

"اب ایسے لوگ کیوں پیدا نہیں ہوتے جیسا ہم خاکساروں کا گروہ تھا" کملا نے چو لھے پر بھگونا چڑھاتے ہوئے بہت غور و خوض کے بعد دریافت کیا ——— "اب وہ کڑے برہی نظر نہیں آتا ——" اس نے رنج سے سر ہلا کر کہا۔

"ع افسوس کہ دنیا سے سفر کر گیا بکرا ——— "صولت نے ارشاد کیا۔

"گو یہ دوسری بات ہے کہ ہر گروہ اپنے اور اپنے زمانے کے بارے میں یہی حسن ظن رکھتا ہے۔ لیکن واقعہ یہی ہے کہ ہم کچھ ضرورت سے زیادہ ہی عمدہ تھے۔" میں نے کہا۔

اسی لئے تو جوتے کھائے ہیں۔

"پھر ذرا سوچو تو کہ شکنتلا کا جو گروہ تھا ۱۸۵۷ء، ۱۸۴۷ء وغیرہ اس زمانے کا۔ ایلا سنگھا۔ عطیہ اور تزئین حبیب اللہ، نشاط غلام حسن، سکینہ علی ظہیر، بابا سرکار۔ اور ان کے بعد ہم سب کے سب۔ شکیلہ، دیوکی چندر لیکھا پنڈت، ای نڈ، فیروز جبین، صولت، قمر، قمر ـــــ غضب خدا کا ایسی ایسی ہستیاں اب کہیں دکھلائی پڑتی ہیں ـــــ؟" میں نے انصاف طلب نگاہوں سے تینوں لڑکیوں کو دیکھا۔

"دراصل ـــــ ذہنی اور جذباتی طور پر ۱۸۵۷ء سے پہلے کے لوگ ۱۸۵۷ء سے پہلے کے لوگوں کی طرح ہیں۔" روشن نے سوچتے ہوئے کہا۔ "میرے نئے ملک میں تو تعلیم کا معیار گر کر پاتال میں جا پہنچا ہے ساری پرانی ویلیوز نے گلا گھونٹ کر جان دے دی۔ تم نے میرے یہاں کی خواتین کو نہیں دیکھا۔" روشن نے کملا اور صولت سے کہا ـــــ

"تم تو خیر اُن سے واقف ہو۔ (اس نے مجھے مخاطب کیا)۔ ایک عجیب دور سے گزر رہی ہیں۔ اور بے حد خوش اور مطمئن۔ معیار یہ ہے کہ صبح کو فیشن پریڈ بن کر یونیورسٹی جاتی ہیں اور شام کو رقص کے لئے جم خانہ ہماری اس نئی اجتماعی زندگی میں کوئی گہرائی نہیں ہے۔ کوئی گھمبیرتا، کوئی عظمت نہیں۔ اور کسی کو اس کی چنداں پرواہ بھی نہیں ـــــ"

" ع کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا ـــــ!" صولت نے ایک مصرع پڑھا۔ صولت اطالوی کے ساتھ ساتھ اردو میں بھی بے حد قابل ہو گئی تھی۔

روشن کہتی رہی ـــــ "یہ نئی دنیا میرے لئے بھی بہت اجنبی ہے۔

میں تم سے جب ملتی ہوں جب تم انڈیا ہاؤس یا بی بی سی کی کینٹین میں
جمع ہو کر ہلا کرتے ہو۔ تب میں سوچتی ہوں واقعی تم بہت انوکھے ہو۔
اور اس میری نئی دنیا کے لئے اجنبی ــــ"

"بات یہ ہے کہ ہمیں تو خود ستائی کی پرانی عادت ہے ــــ" میں نے روشن کو بتانا چاہا۔ وہ بہت اداس نظر آ رہی تھی۔

"کل رات تمہارے شہر کی یونیورسٹی میں بال تھا۔ اس میں اپنے ہاں کی ایک نوجوان خاتون نے مجھ سے بہت غصے سے کہا ــــ آپ ساری کیوں پہنتی ہیں۔ کم از کم پارٹیوں میں تو گرارہ سوٹ پہنا کیجئے۔ کیا آپ بنگالی ہیں ــــ ؟ جی نہیں میں ملک کے مغربی حصے کی باشندہ ہوں۔ اچھا تو آپ مہاجر ہیں۔ انہوں نے حقارت سے کہا۔ اور آگے چلی گئیں۔" روشن نے بات جاری رکھی۔ چنانچہ ساری بھی ایک پرابلم ہے میں نے دکھ سے سوچا۔

"ایک طرف یہ لوگ ہیں۔ یا پھر اکا دکا 'سوڈو انٹلکچوئیل'، انہوں نے اور جان آفت میں کر رکھی ہے۔" روشن نے کہا۔

"زندہ باد ساجدہ آپا ــــ" میں نے نعرہ لگایا۔

کملا نے مڑ کر مجھے غصے سے دیکھا۔ حالانکہ وہ ساجدہ آپا سے بالکل ناواقف تھی۔

گیلری میں اوپر کی پانچویں منزل سے لفٹ آن کر رکا اور دروازے پر دستک ہوئی۔ نرگیش آئی تھی۔ یہ کملا کے محکمے میں کام کرتی تھیں۔ نرگیش، بمبئی کی رہنے والی، پوری میم تھی اور بے حد سویٹ، اچھا خاصا نام لے کر اس کا پٹرا کر دیا۔

"ہلو یہ روشنؔ ہے۔ مشہور و معروف ـــــ ؟" نرگیشؔ نے ـــــ
دستانہ اتار کر ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔
روشنؔ جھینپ گئی۔ "نرگس ـــــ ؟" اس نے ہاتھ بڑھایا۔
"ہاں۔ نرگیش۔"
"گرٹنؔ ـــــ ؟"
"نیوہیم"
"سنہ ۴۹ء ـــــ ؟"
"ہاں۔"
"گویا اب تم لوگ اپنی کیمبرج کی باتوں سے بور کرو گی ـــــ" کملاؔ نے خبردار کیا "اسنوبس ـــــ !!"

ابھی چند روز قبل روشن سے ہم پہلی بار "چوزے کی سرائے" میں ملے تھے۔ ہم حسب معمول ایک براڈکاسٹ کی ریہرسل کے وقفے میں وہاں بیٹھے تھے۔ اور وہ بھائی عامر رضا کے ہمراہ سینڈوچیز کھانے وہاں آئی تھی۔ بھائی عامرِ جگمت بھائی تھے اور اس پر انہیں اعتراض بھی تھا۔ سارے وقت وہ ایک طرف کو بیٹھے اخبار پڑھتے رہے تھے۔ برابر کا "نیل گوئین کورٹ" روشنیوں سے جھلملا رہا تھا خنکی بڑھتی جا رہی تھی۔

قریب ہی عطیہ کا فلیٹ تھا۔ "چلو سب کو فون کرتے ہیں۔ سریکھاؔ، شکنؔ، جمالؔ، سب چل کر "استانبول" میں کھانا کھائیں گے ـــــ ـــــ تم ایک کام کرو ـــــ تم عامرؔ صاحب کو فون کر دو کہ "استانبول" آجائیں ـــــ" نرگیشؔ نے خوشی سے تجویز کیا۔

"پتہ نہیں۔ شاید وہ نہ آ سکیں۔"

"کا ہے ——؟" میں نے پوچھا۔

"پتہ نہیں ——"

ہم سب باہر آ گئے جہاں درخت کے نیچے کملا کی کار کہرے میں بھیگ رہی تھی۔ ہم نائیٹس بیرج کی طرف روانہ ہوئے۔

"یہ کملا کی بڑی بہن مسز قدوائی کا مکان ہے۔" زینے کی سیڑھیاں چڑھتے ہوئے میں نے روشن کو بتایا۔

"وہ جو شکنتلا جسپال تھیں ——؟" اس نے پوچھا۔

"ہاں۔"

ہم اوپر آ گئے۔ ڈرائینگ روم میں جوس، ہانس اور ہیرین اور رمیش اور دیمو پہلے سے موجود تھے۔

تسکن۔ روشن آ گئی —— میں نے آواز لگائی —— ایک بار پھر اس کا سب سے تعارف کرایا گیا۔

جوس اسے بہت غور سے دیکھتا رہا۔

ان سب کا مجھ سے کیا تعلق ہے۔ میں روشن، میں دو وادیوں کے درمیان بہتے پانی پر ڈولتی جا رہی ہوں۔ میں ان پیارے مہربان لوگوں کو کیا بتا سکتی ہوں۔

جوس مجھ سے اُدبدا کر بین المملکتی سیاست پر بحث کرتا ہے۔ سیاست ان سب کا اوڑھنا بچھونا ہے۔ میں اس سے بچنا چاہتی ہوں۔

جوس: نسلاً ہنگیرین۔ روزنامہ اسٹار کا کارٹونسٹ۔ بقول مارسلینڈ

گینڈر: ہندوستان اور برطانیہ کے درمیان غیر سرکاری کلچرل لائیزان آفیسر۔ اس کی خوبصورت آسٹرین بیوی جس نے جنگ سے پہلے دی آنا سے فلسفے میں ڈاکٹریٹ کیا تھا۔ ان کی سیاہ بالوں والی خوبصورت بیٹی باربرا ۔ جو سیڈلرز ویل میں پہنچ چکی ہے۔

ہانس: نسلاً آسٹرین۔ ہٹلر سے بچ کر یہاں آیا۔ پکا یکا قدامت پرست (بیوی میرین، سوشلسٹ برطانوی ہے) دونوں مل کر ایک مشہور رسالہ شائع کرتے ہیں۔ مجھ سے کہتا ہے ہمارے لئے اپنے ملک کے بارے میں مضمون لکھو۔

رمیش سنگوی: نسلاً گجراتی، بلٹز کا نمائندہ۔ انقلابی۔ مسخرہ۔ ہر وقت کس قدر مزے دار باتیں کرتا ہے۔ ذہین فقرے چست کرنے میں استاد۔ دیکھو اس کی خاموش آنکھوں والی باوقار سنجیدہ بیوی۔ امریکہ سے بے شمار ڈگریاں لے آئی ہے مگر کیا مجال جو کسی کو اس کا پتہ چل جائے۔ رمیش میری سیاسی "بے نیازی" کا مذاق اڑاتا ہے۔ اچھا خیر۔

سریکھا: (رام گوپال کی پارٹنر، بین الاقوامی شہرت کی سریکھا دیوی، بھارتنیہ ناٹیم میں حرف آخر سمجھی جاتی ہے) پیاری سی، سیدھی سادی، دلچسپ، ذہین، خلیق پنجابی لڑکی۔ جو دیکھنے میں مرہٹی نظر آتی ہے۔ رائیل اکیڈیمی آف ڈریمٹک آرٹ کی پہلی ہندوستانی طالب علم۔ اس کا میاں جو اسکول آف اکنومکس میں ریسرچ کرنے کے علاوہ فیض پڑھتا رہتا ہے۔

امینہ: دلی کی مشہور بیرسٹر نورالدین احمد کی جینئس لڑکی۔ اپنی انگریز والدہ کی ٹھیٹھ بیگماتی زبان بولنے والی۔ ہفت زبان۔ سلیڈ سے آرٹ

کی ڈگری لے چکی ہے۔ یونیورسٹی میں روسی، فارسی اور اردو میں بی اے آنرز کر رہی ہے۔ بی بی سی کے ہندوستانی پروگراموں میں آل انڈیا ریڈیو کی شدھ جناتی ہندی کے ثقیل سنسکرت الفاظ کیا بے تکان بولتی ہے۔ بلونڈ جب یک لخت اردو بولنا شروع کرتی ہے تو لوگ ہکا بکا رہ جاتے ہیں گویا اس کے ہونٹ ہل رہے ہیں اور اردو کا مکالمہ "ڈب" کر دیا گیا ہے۔ ہر فن مولا۔ شدت کے ساتھ ہندوستانی قوم پرست فر فر روسی بھی بولتی ہے۔ اور فارسی بھی۔ افرنچ اور لاطینی سے بھی واقف ہے۔ یا اللہ میرا سر چکرا جائے گا) پیاری، دلچسپ، دل کش، خدا اسے نظر بد سے بچائے۔

شکن: شگفتہ قدوائی۔ جینیس، دل کش۔ شدید ڈارلنگ (دنیا میں اس سے زیادہ پیاری، سوئیٹ لڑکی کوئی ہو سکتی ہے؟) الٰہ آباد اور لکھنؤ کی یونیورسٹیوں کی اپنے وقت کی ذہین ترین طالب علم — ایک بگڑی لڑکی۔

جمالی: انور جمال قدوائی۔ ایک اور جینیس۔ ہندوستان کے پرلیس اتاشی۔ لکھنؤ یونیورسٹی کی بہترین پروڈکٹس میں سے ایک۔ اودھ کے کلچر کا مکمل نمونہ (غالباً گیری کوپر کے ہم شکل۔ میں نے مدتوں سے امریکن فلم نہیں دیکھے) اللہ کیا شکن اور جمال جیسے خوش اور ایک دوسرے کے مکمل رفیق شادی شدہ جوڑے بھی اس اداس، غیر مکمل، اجاڑ دنیا میں موجود ہیں۔

کملا اور صولت جینیس لڑکیاں، ڈارلنگز۔

وہ لڑکی جو خود کو مقلیٹ اسٹریٹ جرنلسٹ کہلوا کر بے حد خوش ہوتی

ہے اور دن بھر کیا کیا گپّیں ہانکتی ہے ۔چنڈو خانے کی مینجر ۔
ڈائینین ٹامس ۔ وی کے کرشنا مینن ۔

مادونا آمیا ـــــ میرا سر چکرا رہا ہے ۔ یہ پُر خلوص، دلچسپ، محبت کرنے والے لوگ ہیں ۔ یہ بنتے نہیں ۔ نہ یہ ایکٹنگ کرتے ہیں ۔ ان کے سامنے ان کے راستے صاف اور واضح ہیں ۔ ان کے پاس یقین ہے اور انہیں خود پہ اعتماد ہے ۔

میں، روشن آرا ـــــ ؟؟

میرے سامنے نیم تاریک جنگل ہے، اور اس میں محض وہ ادھر سے ادھر ٹہلتا ہے ۔

"بوں ثور مادموزیل روشن ـــــ روشن جہاں ـــــ ہاں ـــــ یہاں بیٹھ جاؤں ؟"

"پار دو نوے ہوا ـــــ ؟"

"ارے ـــــ لیکن یہ تصویر آپ بنا رہی ہیں نا ـــــ ؟"

"جی نہیں ـــــ میں تصویریں نہیں بناتی ۔"

"اوہ ـــــ کیمبرج اسنوبشِ لس ـــــ"

"آپ کو کیسے معلوم کہ ـــــ"

"آپ کی شکل سے ہی ظاہر ہوتا ہے ـــــ"

"آپ ـــــ عجیب بے تکے پن سے بات کہتے ہیں ـــــ"

"ـــــ یہ ہوا کا اثر ہے ۔ ریو دلاپے اور مئی کا مہینہ ـــــ"

"سے ری وی کیول۔ موسیو وُد زیت ترے دے زاگمر یابل ۔۔"

"کیا آپ محض فرینچ بولتی ہیں ۔۔۔؟"

"رِستے ترانکیل ۔۔"

"ہاؤ لوَلی ۔۔۔ یعنی ذرا تصور تو کیجیے ۔۔۔ (وہ اطمینان سے گھاس پر بیٹھ گیا)

"اُون لاپل مار موزیل ود پاغی ۔۔ ایل شان تن ایرہ دوسوں۔ ٹرا را را م ۔۔"

وہ بے نیازی سے گنگنانے لگا۔

"یہ ایک انتہائی پھیچڑ گانا ہے۔"

(وہ سنی ان سنی کر کے گنگناتا رہا)

"آپ یہاں کیا کر رہے ہیں ۔۔۔؟"

"متیس ۔۔۔ میں متیس کی تصویروں کے پیچھے گھوما گھوما پھرتا ہوں۔ میں صریحاً متیس پر عاشق ہوں ۔۔"

"بڑی خوشی کی بات ہے"۔

"خاتون ۔۔۔ آپ ۔۔۔ آپ کی شکل بھی متیس کی کسی پینٹنگ کی ایسی ہے ۔۔۔!"

"موسیو ۔۔۔ وو زیت وریماں شارمانت ۔۔۔"

"عنایت ۔۔۔"

"آپ آرٹسٹ ہیں ۔۔۔؟"

"جی ہاں۔ ایک قسم کا ۔۔۔"

"یہاں کیا کرتے ہیں ۔۔۔"

"میں، حسین خاتون، ساری دنیا میں گھومتا ہوں۔ سائے کی تلاش میں۔ جہاں سایہ ملا وہیں بیٹھ گیا۔ یہ دھوپ (اس نے گھاس اور

ستارۂ سحری کے پھولوں پہ لہریں مارتی دھوپ کی طرف ہاتھ پھیلایا)
یہ تیز روشنی آنکھوں کو بُری لگتی ہے ــــ"

"واللہ کس قدر شاعرانہ خیال ہے ــــ!! چنانچہ ابھی سایہ وغیرہ
نہیں ملا آپ کو ــــ؟"

"جی نہیں ــ شاید مل جائے۔ یا کبھی نہ ملے ــ کچھ پتہ نہیں ــــ
کسی روز آپ کو اپنی کہانی سناؤں گا۔"

"ــــــــــ"

"آپ گرٹن میں ہیں ــــ؟"

"جی ہاں۔"

"اور آپ کے پاس ایک سیاہ سے فلاور ہے؟"

"یہ بھی بجا فرماتے ہیں آپ۔ لیکن آپ ــ میں نے آپ کو اکثر
ہینرل میئر کے جنگل میں سے گزرتے دیکھا ہے۔"

"جی ہاں ــ وہ بڑا نفیس شارٹ کٹ ہے۔"

"میں ایک دفعہ ڈہرسٹ جاتے ہوئے ادھر سے گزری تو مجھے
تو بہت لمبا فاصلہ طے کرنا پڑا ــــ"

"آپ غلط پگ ڈنڈیوں پہ سے گئی ہوں گی ــــ"

"اچھا ــ؟ مجھے خیال پڑتا ہے کہ پگ ڈنڈی تو وہاں ایک ہی ہے۔"

"دیکھیے۔ موضوع گفتگو نکل آیا نا۔ آپ تو پہلے بات کرنے کے بجائے
باقاعدہ ڈانٹ بتا رہی تھیں ــ اچھا ــ اگلے ویک اینڈ پہ میں کیمبرج
آرہا ہوں۔ ایک بے حد ضروری کام ہے۔"

"خوب۔"

"وہاں گرٹن کالج میں ایک نوجوان خاتون ہیں ان سے نیاز حاصل کرنا ہے۔"

"بہت خوب۔"

"ان نوجوان خاتون کا نام روشن جہاں بیگم ہے ——"

"اوہ نوں —— نوں —— سویٹے ترا نکیل آں فیلین ——"

"مادموزیل یہ ریو دلا پے ہے اور یہ مٹی کا مہینہ ہے ——"

الاؤ سرد ہو چلا تھا۔

ہم وہیں گھاس پر بیٹھے رہے۔ چاند فارم ہاؤس کی چمنی پر پہنچ گیا تھا۔ فرنچ اور اطالوی طالب علم لڑکیوں کی ٹولی جو بارن کے پیچھے کیبن میں ٹھہری ہوئی تھی ان کے ہاں سے اب تک اکارڈین کی مدھم آواز آ رہی تھی۔

پروفیسر لیوی ہم لوگوں سے باتیں کرتے رہے۔ ان کے لئے ہم بارن سے ایک سٹول لے آئے تھے پر وہ ہمارے ساتھ زمین پر بیٹھے رہے۔ ان کی کتاب "لٹریچر ان دی ایج آف سائنس" پر ہم گھنٹے بھر سے محض بے کار کی بحث کر رہے تھے گو ہمیں ان کے سارے نظریوں سے اتفاق تھا۔ وہ کبھی کبھی ہنس پڑتے۔ "تمہاری کج بحثی کا کوئی علاج نہیں۔" انہوں نے تنگ آ کر کہا۔

وہاں پر ہم تین موجود تھے۔ پروفیسر لیوی۔ فیروز جبین اور میں۔ پروفیسر لیوی کے برف کے ایسے سفید بال چاند کی روشنی میں چاندی کی طرح چمک رہے تھے۔ ہوا میں خنکی آ چلی تھی۔

"مجھے کچھ اپنے متعلق بتاؤ۔" انہوں نے سوچتے ہوئے کہا۔

"اپنے متعلق ——؟" میں نے کہا —— ہم لوگ —— ہم لوگوں

میں کوئی خاص بات نہیں ـــــ بالکل ذرا سا بھی کوئی اسرار۔ قطعاً۔

پروفیسر لیوی کے اور ہمارے درمیان کتنا بڑا فاصلہ تھا۔ ان کی اور ہماری عقلوں اور عمروں میں نصف صدی سے زیادہ کا تفاوت تھا۔ لیکن اس کے باوجود ان کی فرشتوں کی ایسی شفقت کی وجہ سے گرما کی اس خنک رات، دفعتاً کیسی یگانگت محسوس ہوئی۔ وہ ہماری زمین پر کھڑے تھے۔ انہیں ہماری تاریخ ہمارے محسوسات اور ہمارے ذہنوں کا علم تھا۔ وہ اتنے بڑے آدمی تھے۔ دنیا کے چوٹی کے بہترین دماغوں میں سے ایک۔ لیکن کتنے خلوص سے وہ کہہ رہے تھے، آج صبح میں نے تمہیں بتایا تھا، کہ جب تم لوگوں نے مجھے یہاں بلایا، تو، حالانکہ میرے پاس وقت نہ تھا۔ پھر میں نے سوچا کہ میری قوم نے اتنی صدیوں تک جو برتاؤ تمہارے ساتھ کیا ہے۔ اس کے متعلق جب میں نے خیال کیا کہ ذاتی طور پر ایک اکیلے فرد کی حیثیت سے اپنی جگہ میں اس کا کفارہ اسی طرح ادا کر سکتا ہوں کہ تم لوگ جب، جس وقت بھی مجھ سے کہو میں فوراً تمہاری دعوت قبول کر لوں گا اور تمہاری محفل میں شامل ہوں گا ـــــ

میں نے ایک خشک ٹہنی آگ میں پھینکی ـــــ ہم نے تو ٹی۔ ایس ایلیٹ کو بھی بلایا تھا۔ لیکن وہ حسب معمول بے حد "مصروف" تھے۔ فیبر کی اوپر کی منزل کے اپنے دفتر میں وہ اپنے نئے ڈرامے "CONFIDENTIAL CLERK" کے مسودے پر نظر ثانی کر رہے تھے۔ جو ایڈنبرا کے سالانہ تہوار میں پیش کیا جانے والا تھا۔ انہیں دیکھ کر مجھے ڈر سا لگا تھا۔ مجھ سے کہنے کے لئے ان کے پاس کیا ہے۔ ان سے، میں کیا کہہ سکتی ہوں۔

ہائی مین لیوی سے میں نے کہا۔ ہم تو اتنے یونہی سے لوگ ہیں۔ اور غالباً سخت خوف زدہ۔ جو طامس بیکٹ کے کورس کی بیچاری عورتوں کی طرح چلا رہے ہیں۔

فضا کو دھوؤ۔ آسمان کو دھوؤ۔ ہوا کو دھوؤ۔ پتھر کو پتھر سے علیحدہ کر کے دھوؤ۔ زمین ناپاک ہے۔ پانی ناپاک ہے۔ ہانی ناپاک ہے۔ ہمارے جانوروں کے گلّے، ہم خود، خون میں لت پت ہیں۔ خون کی بارش نے میری آنکھیں اندھی کر دی ہیں۔ میں خشک پتھروں کی سرزمین پر گھومتی ہوں۔ اور اگر میں ان پتھروں کو چھولوں تو ان میں سے بھی خون بہنے لگتا ہے۔ میں ٹھنڈے موسم بہاراں کی طرف کس طرح لوٹوں ——؟

فضا کو دھوؤ۔ آسمان کو دھوؤ۔ ہوا کو دھوؤ۔ پتھر کو پتھر سے علیحدہ کر کے دھوؤ۔ ہڈیوں کو دھوؤ۔ دماغوں کو دھوؤ۔ روحوں کو دھوؤ ——

آپ نے ایوان سے ان کا وہ بیلیڈ سنا تھا جو کل رات وہ گا رہے تھے۔ یہ ان کا پسندیدہ بیلیڈ ہے۔ ہم نے سینکڑوں دفعے ان سے اسے گوایا ہے ——

باران میں سے یک لخت گٹار کی آواز بلند ہوئی۔ ایوان مک کال کی صاف، گہری آواز سارے میں چھا گئی۔

"اچھا تم وہ کتاب ضرور لکھو گی نا ——؟" پروفیسر لیوی نے کچھ دیر بعد شگفتگی سے مسکرا کر دریافت کیا۔

"ضرور ـ" مجھے ہنسی آ گئی۔

"ذرا ان ادیبوں کی فہرست بنا لو جنہیں کتاب میں شامل کریں گے۔" فیروز نے کہا۔

"سب سے پہلی ادیب تو میں خود ہوں گی" میں نے مستعدی سے کہا۔

پروفیسر لیوی ہنس پڑے۔ "اللہ فیروز تم سے زیادہ کیتہ کوئی نہ ہوگا اگر تم نے مجھے خود کو اس مجوزہ مجموعے میں شامل نہ کرنے دیا۔ چنانچہ اب ایک تو میں خود۔ اب باقی چند نام اور بھی سوچ لو۔"

"سنو" فیروز نے سنجیدگی سے کہنا شروع کیا۔ "پریم چند کے "کفن" سے آغاز کریں گے۔"

"اور تعارف اور پیش لفظ وغیرہ؟" میں نے پوچھا۔

"وہ تم خود لکھ لینا"

"نہیں تم لکھنا۔ اردو میں پی ایچ ڈی تم کر رہی ہو یا میں ایں؟"

ہم اس تن دہی سے کتاب کی گفتگو میں محو ہوئے کہ پروفیسر لیوی مرعوب ہو گئے "تم واقعی کام کرنے والی لڑکیاں ہو۔ اگلے ہفتے شہر واپس پہنچ کر ہم مزید تفصیلات پر غور کریں گے" انہوں نے کہا۔

پروفیسر لیوی نے ہم سے کہا تھا کہ نئے اردو ادب کی نمائندہ کہانیوں کا ترجمہ کر کے انہیں دیں جو وہ اپنے بک کلب سے چھپوانا چاہتے تھے۔ میں نے بڑے جوش و خروش سے ان سے وعدہ کر لیا تھا۔ کانفرنس کی آخری نشست کے بعد اس وقت انہوں نے پھر یاد دلایا۔ شہر واپس پہنچ کر تم جلد از جلد مجھے بتانا کہ اس کتاب پر کام شروع کیا یا نہیں۔

اس رات ہم بے حد خوش تھے۔ سہ پہر کو ہم نے برطانوی یونیورسٹیوں کی نمائندہ انجمن کی لڑکیوں کو رسہ کشی میں ہرایا تھا۔ لہذا سخت جوش و خروش طاری تھا۔ دن بھر سب چیخ چیخ کر گاتے۔ رات کو چاند کی روشنی میں لوک ناچ

ناچتے تھے۔

"اب رات زیادہ آگئی ہے۔ میں اگر تیز تیز چلوں تو قریب کے کسی اسٹیشن سے شہر کے لئے ٹرین پکڑ سکتا ہوں ——" پروفیسر لیوی نے پتھر پر سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"آپ —— آپ پیدل جائیں گے ——؟" میں نے گھبرا کر پوچھا۔

"کیا حرج ہے —— انہوں نے اطمینان سے جواب دیا۔" پیدل چلنا کوئی بری بات ہے —— ابھی تو شاید بس بھی یہاں سے کوئی پون میل کے فاصلے پر مل جائے گی ——"

چنانچہ ڈاکٹر ہائی مین لیوی، امپریل کالج آف سائنس کے جہاں گرد، دنیا کے بہت بڑے سائنس دان اور انگریزی ادب کے بہت بڑے نقاد۔ اور وہ ایک معمولی آدمی کی طرح اس سرد موسم میں رات کے بارہ بجے اسٹیشن تک تین میل پیدل جانے کے لئے تیار تھے۔ اور یہ گویا کوئی خاص بات نہ تھی۔

"لیکن پروفیسر لیوی ہم تمہارے لئے کار منگواتے ہیں ——"

"ارے نہیں بھئی میری بالکل فکر نہ کرو۔ تم لوگوں کو اپنی کانفرنس ہی کی بہت سی مصروفیات ہوں گی —— میں خود چلا جاؤں گا ——" انہوں نے ہاتھ ہلا کر کہا۔

ہم انہیں فارم ہاؤس کے پھاٹک تک پہنچانے آئے۔ اسی وقت ہاؤس آف کامنز کے سوشلسٹ ممبر مسٹر ولیم سورین سن دکھلائی پڑے۔ وہ اب تک بارن میں بیٹھے دوسری لڑکیوں اور لڑکوں سے کسی اقتصادی مسئلے پر الجھ رہے تھے۔ پروفیسر لیوی کو انہوں نے اپنی کار میں بٹھا لیا۔

"وہ کتاب ـــ" پروفیسر لیوی نے کار کی کھڑکی میں سے سر نکال کر آواز دی۔

"ضرور چھپے گی ـــ" میں نے بشاشت سے جواب دیا۔

اب لڑکوں اور لڑکیوں کی ٹولیاں مختلف زبانوں کے کورس گاتے ہوئے فارم ہاؤس کی طرف واپس جا رہی تھیں۔

بارن میں ایوان مک کال اپنا گٹار لئے موجود تھے۔ ان کی بیوی وہیں پرال پر سر رکھ کر سو گئی تھیں۔ اگلے مہینے ایوان ویسٹ اینڈ کے کسی تھیٹر میں اپنا نیا ڈرامہ پروڈیوس کرنے والے تھے اور اس کے سلسلے میں بہت تن دہی سے تہرلا سے گفتگو کر رہے تھے۔ ہمارے گانے کی آواز سن کر انہوں نے پھر گٹار اٹھا لیا۔ اور اپنا پسندیدہ اسکاٹش بیلیڈ شروع کر دیا۔

سامنے سیب کے جھنڈ میں ایک کار آ کر رکی۔ "الو ـــ" بھائی عامر نے آواز دی۔

"الو ـــ" اوجیت نے خالص فرانسیسی لہجے میں نقل کرتے ہوئے نعرہ بلند کیا۔

"آیئے سرکار ـــ" میں نے کہا۔

"نہیں میں جلدی میں ہوں۔ دور سے یہ گانوں کی آوازیں سن کر ٹھٹھک گیا تھا ـــ"

"ذرہ نوازی ہے آپ کی۔"

"مجھے اپنا سیکسوفون دو ـــ" بھائی عامر سخت گیلنٹ انداز میں جھک کر ایک البیلی لڑکی سے کہہ رہے تھے۔

"بھائی عامر۔ آپ ایوان سے ملے ہیں ـــ" فیروز نے ان سے

سوشل گفتگو کی سعی کی ــ "برطانیہ کے سب سے بڑے ہیلیڈ گانے والے ــ انہوں نے سارے یوروپ اور امریکہ کے لوک گیت جمع کئے ہیں۔ انہیں سینکڑوں ہزاروں ہر یورپین زبان کے لوک گیت آتے ہیں۔ اب یہ ہندوستان اور مشرقی پاکستان کے لوک گیت جمع کرنے کے لئے جانے والے ہیں۔ تم نے ان کا مشہور ڈرامہ پچھلے سال اڈنبرا کے تہوار میں دیکھا ہوگا۔ اس سال ان کے ڈرامے میں ہماری ترلا اور عطا حصہ لے رہے ہیں۔ یہ یہاں کے بہترین ڈرامہ نگاروں اور پروڈیوسروں میں سے ہیں۔ یہ ــــ"

"مجھے اپنا سیکسوفون دو۔ میں تمہیں وینس کی نہروں کا ایک گیت سناؤں گا ــ" عامر رضا اسی طرح جھکے اطالوی لڑکی کے کان میں کہتے رہے۔

"لاحول ولا قوۃ ــ" فیروز نے جھنجھلا کر ان سے سوشل گفتگو کی سعی ترک کر دی۔

"آئیے یہاں بیٹھئے بھائی صاحب"۔ ونود نے ان کے لئے پیرال پر جگہ بنائی۔

اطالوی لڑکی بھی اپنا سیکسوفون سنبھال کر ان کے قریب جا بیٹھی۔

"SOLIDARITY خطرے میں ہے ــ" شیلا نے چپکے سے نرتیہ کے کان میں کہا۔

فیروز نے بھی بڑی پریشانی ظاہر کی۔ "غضب ہوگیا۔ بھائی عامر کی حالت پہلے ہی ناگفتہ بہ ہے بس ان کی ٹوپی میں ایک اور پر سمجھو۔"

اور یہ بہن مریا گرزولی اتنی دور روم سے ڈیلی گیٹ بن کر اس لئے آئی تھیں کہ بھائی عامر ان کو وینس کے گیت سنائیں۔ یا اللہ تو ہی رحم کر ــــ" میں نے فریاد کی۔

"یہ بھی اپنے وقت کے رڈولف ویلنٹینو ہیں ___" شیلا نے جل بھن کر کہا۔ ہم لوگ آپس میں کھسر پھسر کرتے رہے۔

"بلیاں ___" اوجیت نے قریب سے گذرتے ہوئے کہا۔

لڑکوں نے بارن کے دوسرے کونے میں پرچھتی پر چڑھ کر ایک اپنش گیت شروع کر دیا۔

"اب کیا ہو رہا ہے" فیروزہ باہر جا چکی تھی۔ اس نے کھڑکی میں سے سر اندر کر کے چپکے سے پوچھا۔

"ابھی تو بھائی عامر ایوان کے پاس بیٹھے ہیں۔ اور دونوں انہیں ایجوکیٹ کرنے کی نہایت لاحاصل کوشش میں مشغول ہے۔

"اچھا اب ہم چلتے ہیں ___" عامر نے پرال پر سے اٹھتے ہوئے کہا ___ "بون نوئی ___" انہوں نے ایک حسین و جمیل تبسم سے سب کو مخاطب کر کے کہا۔

"بون نوئی ___ بون نوئی ___" کورس ہوا۔

بارن سے باہر جا کر وہ سیبوں کے جھنڈ میں غائب ہو گئے جہاں ان کی کار کھڑی تھی۔

"___؟!!" ایوان نے ہماری طرف نظریں اٹھائیں۔

"یہ ___ مک کال صاحب، یہ ایک ایسی منزل مقصود ہیں جن کی طرف بہت سی لڑکیاں سفر کر رہی ہیں۔ یا کرنا چاہتی ہیں ___" فیروزہ نے کھڑکی میں سے کہا۔ "ماشاءاللہ سے کیا PROFOUND بات کہی ہے آپ نے" میں نے داد دی۔

"بھائی عامر رضا" ___ میں نے گویا آہستہ آہستہ رپورٹ مرتب کرنی شروع کی ___ "ٹال ڈارک ہینڈسم بے انتہا کامیاب۔ اکاؤپیہ

"سی ڈی" کی پلیٹ لگی ہے۔ اسٹائیل میں تقریباً کونٹی نینٹل۔ بیک وقت رومینٹک اور پریکٹیکل۔ اسی لئے دفع الوقتی کے لحاظ سے لینڈ اسکیپ پینٹنگ سے شغل کرتے ہیں۔ (خصوصاً شفق کی روشنی میں ڈوبے جنگلوں کے مناظر) اسی سلسلے میں، تین سال قبل، پیرس کے موسم بہار میں، غالباً ریو دلا پے پر بہن روشن سے ملاقات ہوئی تھی ——"

"روشن ہوئے تمہارے ساجن ——" اوجیت نے زور سے الاپا۔

"سوئے بھاگ ہمارے ——" عطا نے آواز ملائی۔

"واہ کیا بہترین انڈین فلم کا سین ہوا ہے ——" سب نے زور شور سے داد دی۔ سب کا موڈ اس وقت بہترین ہو رہا تھا۔ کانفرنس بے انتہا کامیاب رہی تھی مختلف تجاویز آئندہ سال کے لئے پروگرام۔ یہ بھی طے پایا تھا کہ رام گوپال کو احتجاج کا تار دیا جائے گا کہ انہوں نے "پلانٹرز والف" میں کیوں کام کیا۔ اس سال کے "میلے" کے انتظامات کی اسکیمیں مکمل کی گئی تھیں۔ بھائی عامر نے اور طبیعت گلیڈ کر دی۔

ایوان —— وہی والا بیلیڈ شروع کرو۔ امریکن حبشیوں والا۔

سب نے مل کر گانا شروع کیا —— اس کا ٹیپ کا بند تھا:

For if you are white you're alright

If you are brown stick around

But if you are black

Oh! No brother, get back

Get back

Get back ——

گیت کی آواز دیر تک کھیتوں اور باغوں کے وسیع سناٹے میں گونجتی رہی۔

پھر سب لوگ اپنے اپنے خیموں اور کیبنوں کی طرف جانے کے لئے اٹھے۔

اب ہمارے بڑے کیبن میں ساری لڑکیاں آچکی تھیں۔ اور سونے کی تیاری کر رہی تھیں۔ یہ ہندوستان کے سارے صوبوں سے آئی تھیں۔ یہ بیرسٹری پڑھ رہی تھیں۔ اور ڈاکٹریٹ کے لئے کام کر رہی تھیں۔ اور اخبار نویسی اور ڈاکٹری کی ٹریننگ حاصل کر رہی تھیں۔ یہ کوئیلوں کی طرح گاتی تھیں۔ نہار اج کماری اتما کی طرح ناچتی تھیں۔ یہ پچھلے ایک ہفتے سے دن میں کانفرنس کے دوران میں نہایت مدلل تقریریں کر رہی تھیں یا پیچھے کی نشستوں پر بیٹھ کر گوسپ کرتی تھیں اور شام کو فارم ہاؤس کے باورچی خانے میں کانفرنس کے مہمانوں کے لئے کھانا تیار کرتی تھیں۔ اس وقت ان سخت عالم و فاضل لڑکیوں کا گروہ شور مچا مچا کر یہ طے کر رہا تھا کہ کل حیدر آبادی طریقے سے پلاؤ تیار کیا جائے یا نہیں۔ کل جو کلچرل پروگرام پیش کرنا تھا اس پر بحث ہو رہی تھی۔ کون کونسے ناچ ہونے چاہئیں۔ ابھی عطاء الرحمٰن کو دو نئے گیت کمپوز کرنے ہیں۔

رفتہ رفتہ رات کا سناٹا آسمانوں سے اتر کر سارے میں پھیل گیا۔ وادی میں کچھ دور پرے خانہ بدوشوں کا قافلہ ٹھہرا ہوا تھا۔ ان کی رنگ برنگی کارواں گاڑیاں، موٹے موٹے ایالوں والے گھوڑے، جھاڑیوں پر پھیلے ہوئے رنگ برنگے کپڑے۔ سب اس برستے ہوئے احساس کے دھارے میں کہیں بہہ گئے۔

جلد ہی روزمرہ کی بھاگتی دوڑتی چیختی چلاتی زندگی شروع ہو جائے گی۔ اخبار کے دفتر۔ براڈکاسٹنگ ہاؤس کے اسٹوڈیو۔ پروفیسر لیوی

کے لئے کتاب لکھنے کا کبھی وقت نہ ملے گا۔ ایک اور غیر مکمل سمفنی۔

اے ہمارے آسمانی باپ۔ ہمیں آج کے دن ہماری روزانہ کی خبریں عطا کر ——— کانفرنس سے لوٹ کر شہر کے اسٹیشن پر پہنچتے ہوئے میں نے آنکھیں بند کر کے دعا مانگی۔ اور پھر سرپٹ دفتر کی طرف بھاگی۔

نیوز روم میں وہی گہما گہمی تھی۔ میں اپنے کمرے میں داخل ہوئی۔ میری بغیر حاضری میں جو کاغذات آئے تھے ان کو الٹا پلٹا۔ میز پر بہت سا کباڑ جمع تھا۔ دعوت نامے۔ فون کے پیغامات۔ پھر میں نے نیوز روم میں جھانکا لمبی میز کے کونے پر بیٹھے ہوئے ایک جید سے نیوز اڈیٹر نے چار کے پیالے پر سے سر اٹھایا اور عینک کے شیشوں میں سے مجھے دیکھا۔ اپنی برطانوی امپریلسٹ شفقت کے ساتھ انہوں نے صبح بخیر کہا۔

"آج کا کام ———" انہوں نے کاغذوں کی طرف اشارہ کیا۔ بے دلی سے میں نے فہرست دیکھی۔ فلیشن ہاؤسوں کے اجتماع۔ تھیٹروں کی فرسٹ نائیٹس۔ آرٹ کی نمائشوں کے افتتاح، پبلک تقریبوں میں شاہی خاندان کے افراد کی آمد، اور پھر مہارانی کے راج مکٹ پہننے کے جشن سے متعلق ساری فضولیات ——— ہمارے شعبے کی اڈیٹر مس گرہیٹ کا فون آیا ——— مسٹر و مسز میکس فیکٹر ہالی ووڈ سے آئے ہیں۔ شام کو ڈورچسٹر جا کر ان کا انٹرویو کرو۔

لاحول ولا قوۃ۔ شام کو خیال تھا کہ کملا کے یہاں روشن سے گپ کی جائے گی۔

"ہلو ——— ہلو ——— ہلو ———"

"ہاں ——— کہو کون ہے بھائی ———"

دوسرے فون پر فیروز دھاڑ رہی تھی "ساجدہ آپا کسی بین الاقوامی کانفرنس سے لوٹی ہیں۔ چچا نے کہا ہے کل صبح وقت نکال کر فوراً اسٹوڈیوز پہنچو ـــــ ان کو انٹرویو کرنا ہے۔"

"یا اللہ اور یہ میں جو ایک بین الاقوامی کانفرنس سے لوٹی ہوں تو میرا کوئی انٹرویو نہیں لیتا ـــــ" میں نے پھر فریاد کی۔

"صبر کرو صبر۔ میں تو صرف اسی کی تلقین کر سکتی ہوں ـــــ" فیروز کی کمینی آواز سنائی دی ـــــ "تم پر تین حرف ـــــ" میں نے تقریباً پھوٹ پھوٹ کر روتے ہوئے کہا۔

اب حسبِ معمول، ڈورچسٹر کے بڑے بال روم میں اَن گنت قمقمے جگمگا رہے ہیں۔ دروازے میں وردیوں والے فٹ مین، استادہ ہیں اور مہمانوں کے نام اناؤنس کر رہے ہیں۔ مشہور فلم اسٹارز، امراء کی ڈیب، لڑکیاں، فیشن کالمسٹ خواتین۔ لارڈ ٹام، لیڈی ڈک، کاؤنٹس ہیری۔ ہر دلعزیز ناولوں کے کامیاب دولت مند مصنف۔

"یہ مس مارگریٹ لاک ووڈ ہیں ـــــ" ہاؤ ڈو یو ڈو مس لاک ووڈ

"مس ڈوروتھی ٹیوٹن ـــــ" "ہاؤ ڈو یو ڈو مس ٹیوٹن"

"سر جان گل گڈ ـــــ" "مزاج شریف سر جان"

"مسٹر ونسنٹ پرائس ـــــ"

"مسٹر رابرٹ ہیلپ مین ـــــ"

"مسٹر الک گن نس ـــــ"

"مسٹر میکس فیکٹر۔ مسز میکس فیکٹر۔"

"یہ ڈیلی ٹیلی گراف کی ساری پہننے والی ہندوستانی رپورٹر —"
"پاکستانی —" میں ایک ہزارویں دفعہ تصحیح کرنے کی کوشش کرتی ہوں مگر یہ بے سود ہے۔ (کسی اخبار کے رپورٹر کے لئے ساری پہننا کیا عجیب و غریب QUALIFICATION ہے)

مسز میکس فیکٹر کے سفید مِنک کے ایوننگ گاؤن میں لاتعداد ہیرے جڑے ہیں۔ "ذرا حساب تو لگاؤ —" روز لین ڈیلی ہیرلڈ کی فیشن اڈیٹر مجھ سے چپکے سے کہہ رہی ہے، "کہ کتنے ہزار پونڈ کا یہ گاؤن ہوگا — میرا تو دیکھے سے ہی سر چکرا رہا ہے —"

"— میرے والد مشرقی یورپ کے رہنے والے یہودی تھے انہوں نے امریکہ ہجرت کی اور ہالی ووڈ کی ایک چھوٹی سی دکان میں یہ کاروبار شروع کیا۔ اس وقت میکس فیکٹر کی ایمپائر — امریکی طرز جمہوریت — آزاد دنیا کی تجارت —" میں جلدی جلدی نوٹ کرتی جارہی ہوں۔

وہ وقت اور جگہ جہاں ڈاکٹر لیوی ہمارے ساتھ بیٹھے تھے، اس میں اور ڈوور چیسٹر کی اس دنیا میں کتنا قابل عبور فاصلہ ہے۔

بی بی سی کی کینٹین میں ہمیشہ کی طرح شور قیامت مچا ہوا تھا۔ یورپین، مڈل اور فار ایسٹرن سروسیز کے لوگ اپنے اپنے دفتروں اور اسٹوڈیوز سے نکل نکل کر لنچ کے لئے آرہے تھے۔ ہسپانوی، اسرائیلی، ایرانی، فرانسیسی، ہندوستانی، پاکستانی، ان سب کی عجیب و غریب برادری سی تھی۔ یہ اپنے اپنے دیس کے باسیوں کے لئے برطانیہ کو فضا کی لہروں پر پروجیکٹ کرتے تھے پھر ہوم سروس، تھرڈ پروگرام، اور لائٹ پروگرام کے لوگ، ٹیلی ویژن ایکٹریس اور اناؤنسر جو لائم گروو سے ادھر آنکلتے۔ بہت سی

میزیں برابر برابر لگ کے ہندوستانی اور پاکستانی کمرہ اکٹھا بیٹھا کرتا۔ یہ تقریباً سارے کے سارے اولڈ ٹائمرز، پرانے آل انڈیا ریڈیو لکھنؤ، دلی کے سارے لوگ تھے۔ آل حسن جو ہندوستانی سیکشن میں تھے.....

.... صدیق احمد صدیقی جو علی گڑھ والوں کی برادری کے جگت چچا اور اپنی ذات سے انجمن تھے، یاور عباس، اعجاز، تقی سید، حسن اور ذہانت کی دیبی عطیہ، ایلینہ احمد، غزالہ اور انصاری، خاں صاحب، راز بھائی، فتح لوہانی

"اور وہ وفد آگیا جس کا انٹرویو ہے ـــــ" میں نے اندر آتے ہوئے فیروز سے پوچھا۔ کینٹین میں ایک طرف کو ساجدہ آپا قناعت سے بیٹھی پیالی میں کانٹا بجا رہی تھیں۔ (کینٹین میں چمچے کبھی نہیں ہوتے تھے، یہ گویا ایک TRADITION تھی) پاس ایلینہ بے حد سنجیدہ شکل بنائے بیٹھی تھی۔ بوروں سے پورے کہ کر لانبے ہاتھ ـــــ" میں نے چپکے سے اس کے کان میں کہا۔

"ہش ـــــ چلو نیچے چلیں۔ ان کا انٹرویو ـــــ" ایلینہ نے کہا۔

"ان کا ـــــ ان کا ـــــ؟"

اور کیا ـــــ"

اور وہ وفد کہاں گیا جو جانے کہاں سے ہو کر آرہا ہے ـــــ؟"

"یہی تو وفد ہیں ـــــ" ایلینہ نے اس انداز سے کہا جیسے اب دنیا کا کوئی رنج و غم اس پر مزید اثر نہیں کر سکتا۔

"چلو بھئی ساجدہ آپا ـــــ" بھائی عامر کی طرح جانے کس طرح یہ بھی جگت آپا بن چکی تھیں، میں نے ٹھنڈی سانس بھر کر ان سے کہا۔ "نیچے چلو ـــــ"

"ـــــ بس ہر وقت ہاتھ ہلا کر اور کندھے اچکاتے ہوئے طرح طرح کی شکلیں بناتے سڑکوں کے کنارے بیٹھے کافی پیتے رہتے ہیں ـــــ" ساجدہ

آپا بیزاری سے فیروزہ سے مخاطب تھیں۔

"جی ہاں بڑے بیہودہ ہوتے ہیں ـــــ اب یہی دیکھئے سڑک پر بیٹھ کر کافی پینے کی کون تک ہے ــ" آمینہ نے کامل اتفاق ظاہر کیا۔

"کون ـــــ؟" میں نے چپکے سے پوچھا۔

"اطالوی، یا غالباً فرنچ ـــــ بہر حال ان میں سے ایک قوم سے یہ بہت خفا ہیں ـــــ" آمینہ نے بتایا۔

"چچ چچ ـــــ پُور ڈیر ـــــ" میں نے کہا۔

"یوشں ـــــ" ساجدہ آپا نے بات ختم کی "مجھے ہر دفعہ انگلینڈ ـــــ"

اللہ ـــــ یا اللہ ـــــ مجھ پر بے ہوشی سی طاری ہونے لگی۔ میں نے رحم طلب نگاہوں سے آمینہ کو دیکھا "آمینہ ـــــ ان کو ـــــ ہر دفعہ ـــــ ہر دفعہ ـــــ"

لفٹ نچلے تہہ خانے میں پہنچ چکا تھا گیلری میں آکے ہم اسٹوڈیو کی طرف روانہ ہوئے۔

ایک اسٹوڈیو میں "میکبتھ" کی تیاری ہو رہی تھی ـــــ "تم لوگ جلدی آؤ اس طرف ـــــ" دروازے میں سے سر نکال کر غزالہ نے کہا۔

"ابھی آتے ہیں"

ساجدہ بہن ہمارے سامنے میز پہ بیٹھ گئیں ـــــ "جب میں میڈرڈ میں تھی تو اہلیہ اہرن برگ سے میں نے کہا ـــــ"

میں نے نڈھال ہو کر اسکرپٹ ایک طرف رکھ دیا۔ "دیکھو ساجدہ گپ نہ مارو۔ مجھے معلوم ہے تم میڈرڈ کبھی نہیں گئیں۔" میں نے کہا۔

"چلو میڈرڈ کے بجائے اوسلو کر دو ـــــ فرق کیا پڑتا ہے ـــــ" آمینہ

نے اطمینان سے مجھے رائے دی۔

"اور یہ اہلیہ اہرن برگ کون ہیں ——؟" فیروزنے مجھ سے مطالبہ کیا

"یہ اہرن برگ صاحب کے گھر میں سے ہیں" آمینہ نے جواب دیا۔

"دوسری بات یہ کہ یہ میڈرڈ میں کیا کر رہے تھے؟" فیروزنے مجھ سے مزید جرح کی۔ "کہاں میڈرڈ کہاں غریب اہلیہ ——"

ساجدہ نے ہماری کھسر پھسر سنی تو ہماری طرف متوجہ ہوئیں اور ایک لحظے کے لئے آمینہ کو دیکھ کر شاید چونکیں کہ یہ سبز فراک میں ملبوس تیز سنہرے بالوں اور شفاف نیلی آنکھوں والی نارویجین لڑکی یہاں کیا کہ رہی ہے۔ پھر غالباً ایک دم ان کو یاد آگیا کہ یہ آمینہ ہے جسے وہ اپنی اردو کی تقریر سنا رہی ہیں —— "کیا پوچھنا ہے آپ کو ——؟"

"ہاں پیاری بہن —— پتنہ نہ مارو —— جو پوچھنا ہے پوچھ لو۔ پھر یہ وقت ہاتھ نہ آئے گا ——" امینہ نے اپنے مخصوص انداز میں مجھ سے کہا۔

ویسے جو انٹرویو عموماً وہاں آئے ہوئے طالب علم خواتین و حضرات یا بیگمات کے نشر کئے جاتے تھے ان میں یہی ہوتا تھا کہ یہاں کی دوکانیں بہت خوبصورت ہیں اور گھروں کے آگے باغیچے ہوتے ہیں اور یہاں کے کالج ہمارے کالجوں سے بہتر ہیں۔ ساجدہ بیگم چونکہ مانی ہوئی انٹلکچوئیل اور جو وفد کراچی سے کوپن ہاگن بھیجا گیا تھا۔ اس کی لیڈر تھیں لہذا ان کی براڈ کاسٹ ذرا مختلف ہونی چاہیے تھی۔ مگر افسوس کہ گاڑی مجھ سے نہ چل سکی۔

"مجھے برطانوی طریقہ تعلیم بہت پسند آیا۔" انہوں نے کہنا شروع

کیا ــــ ("کتنی خوشی کی بات ہے ــــ" فیروز نے کہا)

"ہالینڈ میں ہر جگہ لالہ کھلا ہوتا ہے اور لوگ لکڑی کے جوتے پہنتے ہیں ــــ" وہ کہتی رہیں۔

("اچھا ــــ واقعی ــــ؟" آمنہ نے کہا۔)

میں کاغذات ایک طرف کو رکھ کر دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی اور آنکھیں بند کر کے سوچنے کی کوشش کرنے لگی،

ریکارڈنگ کے بعد ہم لوگ اوپر جا رہے تھے، اوپر گراؤنڈ فلور پر پہنچ کر ساجدہ آپا کو بچشم پرنم خدا حافظ کہا اور میں سڑک پر آگئی ــــ آمنہ آگے آگے اسٹیشن کی طرف جا رہی تھی۔ میں نے جلدی سے ٹریفک میں جا کر اسے پکڑا۔

"للّٰہ مجھے اہلیہ اہرن برگ کے متعلق کچھ بتلاتی جاؤ، مجھے ان سے کچھ غائبانہ عشق سا ہو گیا ہے ــــ"

وہ مجمع میں سے نکل کر فٹ پاتھ پر آگئی اور سنجیدگی سے پلکیں جھپکا کر بولی ــــ "اہلیہ اہرن برگ دراصل ایک یونانی شاعر ہیں جو وائس آف امریکہ سے مقبوضہ غلام مشرقی یورپ کے لئے پروگرام نشر کرتے ہیں۔"

"اچھا ــــ تمہارا بہت بہت شکریہ پیاری بہن ــــ" میں نے عرض کی۔

"اس میں شکریے کی کیا بات ہے پیاری بہن ــــ" آمنہ نے جواب دیا۔ اتنے میں عین سر پہ ایک بس آن کھڑی ہوئی اور ہمیں جان بچا کر بھاگنا پڑا۔

چند روز بعد ہم نے سنا کہ ساجدہ آپا نے پاکستانی طلبا کی انجمن کو

مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ "جب میں وطن کی نمائندگی کرنے کوپن ہاگن گئی تو ڈنمارک کی بی بی سی سے میں نے ایک تقریر کے دوران میں کہا کہ بائی دی گریس اف اللہ ــــ"

اسی روز ایک صاحب یہ کہتے ہوئے پائے گئے اگر آپ ایک دن شام کے اخباروں میں یہ خبر پڑھیں کہ فلاں فلاں صاحب اپنی جان کی پرواہ کئے بغیر کسی کمرے کی کھڑکی سے نیچے کود گئے تو آپ سمجھ لیجئے گا کہ اس کمرے میں ساجدہ بیگم داخل ہوئی ہوں گی ــــ

اس کے چند روز بعد اطلاع ملی کہ بھائی عامر نے ساجدہ بیگم کو "استانبول" میں کھانے پر مدعو کیا ہے۔ بھائی عامر نے بیان یہ دیا کہ ساجدہ آپا کے ماموں کسی زمانے میں لاہور میں ان کے کلاس فیلو تھے۔ اور انہوں نے بھائی عامر کو لکھا تھا کہ ساجدہ بی بی جب ولایت سے آئیں تو ان کا خیال رکھنا۔ ویسے خود ساجدہ آپا نے ایک بار فیروز سے کہا تھا کہ یہ مسلمان لڑکیوں کا مغربی ممالک میں تنہا اِدھر اُدھر مارے مارے پھرنا کیاں کی تُک ہے ــــ

بھائی عامر کی دعوت ساجدہ آپا کے لئے تباہ کن ثابت ہوئی۔

وقت کالے بھتنوں کی طرح آگے آگے بھاگتا جا رہا ہے۔ اس کے منحوس لرزہ خیز سائے ہر سمے چاروں کھونٹ منڈلاتے ہیں۔ وقت جو گزر رہا ہے مجھے ختم کر دے گا۔

خداوند کی ماں مریم۔ جس کا دل سات بار زخمی ہوا۔ مجھ پر رحم کر۔ میرے پرانے دشمن ــــ وہ چپکے چپکے سیبوں کے سائے میں چلتی رہی۔

جیمز سن لین میں کسی نے کلارنٹ پر ایک پرانی دھن بجانی شروع کر دی۔ میرے پرانے دشمن ——— بارش کے بعد فضا کا بوجھل پن، شام کے آسمان کی اداس روشنی، کلارنٹ کی پرانی دھن (چاند کی سرخ روشنی میں آنگن میں ٹھنڈا پانی بہہ رہا ہے۔ پیپل کی شاخیں، چمپا کے پھول، رات کی رانی بیلا اور تلسی کے پودے گہری نیند سو رہے ہیں۔ کھانچیوں میں گلاب خاص، طوطا پری، ثمر بہشت، اور سیتا پھل کے انبار لگے ہیں۔ سفید اور کیسری سوتی ساریاں پہنے لڑکیاں دالان کی کڑیوں والے جھولے میں بیٹھی ہیں۔ چنبیلی، جوہی خانم، جعفر باندی ڈھولک سنبھالے بیٹھی ہیں۔ کل بسنت ہے۔ بن دیوتا کی پوجا کے لیے لڑکیاں گنگا کنارے جائیں گی۔ میرے ساتھ ادھر چلو ——— اس نے خلا میں ہاتھ بڑھایا ——— میرے ساتھ ادھر آؤ ——— ان سب چیزوں کو دیکھو، محسوس کرو۔ میرے ساتھ چلو ——— میرے ساتھ ——— خلا میں حسب معمول کچھ نہ تھا)

پتھروں پر سے ندی کا پانی بہتا جا رہا تھا۔ ایک کتا ہنستا ہوا اسے عبور کر رہا تھا۔ نیلی ٹہنیوں والے درخت پانی کی سطح پر جھکے تھے ان کی چھاؤں میں ایک بطخ تیر رہی تھی۔ میں نے اس منظر کو دیکھا۔ اور میں روئی۔ مجھے کیا پتہ تم کیا چاہتے ہو۔ سنڈیشور۔

وہ آہستہ آہستہ کوا ڈرینگل میں داخل ہوئی۔ سامنے محفوظ، روشن اور گرم سینئر کومن روم میں حسب معمول بہت سے لوگ جمع تھے۔

"روشن ———" کسی نے دریچے میں آکر اسے آواز دی۔

ہلو ——— کیا SNAIL WATCHING CLUB کی میٹنگ ہو رہی ہے؟ اس نے پوچھا۔ یہ سپر انٹلکچوئیل بیٹھ کر گھونگھوں کو چلتا دیکھتے تھے ——— ہائے اللہ ——— مجھے چھوڑ دو ——— وہ دل میں چلائی۔ برسوں

سے وہ ان سب کی معیت میں رہتی آئی تھی۔

"روشن ——— اندر آؤ ———" سیرل نے دروازے میں آکر کہا ——— "تم بڑی تھکی ہوئی نظر آتی ہو ——— کیا تم بھی اس کانفرنس سے واپس آ رہی ہو جس میں دنیا کے مستقبل کے بارے میں تجویزیں پاس کی گئی ہیں؟" اس نے جھک کر روشن کا سگریٹ جلایا۔

"نہیں ———" روشن نے اداسی سے اپنے پیروں کو دیکھا ——— "نہیں میں محض ہیزل میئر تک جا کر لوٹ آئی ہوں ———"

"ہیزل میئر ——— وہاں کیا ہے ———"

"کچھ نہیں ———"

"ڈینس نے ایک نئی نظم لکھی ہے۔ سنو گی ——— ؟"

"ہاؤ نائس ——— ڈینس مجھے اپنی نظم سناؤ ———"

"ہلو ——— تم یہاں کب آئیں ———" (میری ایک اور دشمن۔ اس نے ماتھے پر ہاتھ رکھ لئے)

"کیمبرج مجلس نے مدعو کیا تھا ———" ممیر مکھیا نے مسکرا کر کہا۔

"میری ٹسے لے بریڈ ٹ دوست ———" روشن نے ڈینس سے کہا۔

"ہلو ——— میں اپنی نئی کتاب تمہارے نام معنون کرونگا ———" ڈینس نے بال پیشانی پر سے ہٹاتے ہوئے کہا ——— "سنو سیر مکھیا دیوی ———" اس نے دفعتاً بے حد سنجیدگی سے سوال کیا ——— "تم کو خدا پر یقین ہے۔ میں آج کل سب سے شبہات میں گرفتار ہوں۔ گو ایک زمانے میں بڑا سخت اشتمالی تھا۔ اب میں اٹلی جا کر راہب بن جاؤنگا ——— سنا تم نے ———"

اوہ ——— اوہ ——— اب پھر ایک بحث شروع ہوئی۔ روشن دریچے

میں جا کر کھڑی ہو گئی ــــــ اور ان سب کی گفتگو سنتی رہی ــــــ (پھر یہ سب لوگ اٹھ کر چلے گئے۔ ان میں سے کچھ ملایا اور کوریا اور کینیا میں مارے گئے۔ کچھ کار کے حادثے یا حلق میں کینسر نکل آنے کی وجہ سے ختم ہو گئے۔ چند ایک کو بہت اعلیٰ نوکریاں مل گئیں۔ چند نے کتابیں لکھیں اور شہرت پائی اور دنیا ان کے قدموں کے نیچے آگئی۔ چند ایک یونہی رہ گئے)

ہونہہ ــــــ خدا ــــــ سِرل کہہ رہا تھا۔

میرے پیچھے بہت سے سائے دوڑتے ہوئے آئے ہیں اور دروازے کے باہر خاموش کھڑے ہیں۔ میں ان سے اب نہیں بچ سکتی ــــــ (اسگریٹ لو مائیکل ــــــ! روشن نے با آواز بلند کہا)

"خدا ــــــ" سریکھا نے کہا ــــــ "جب میں ناچتی ہوں مجھے لگتا ہے واقعی شیو نے تلانا کے سُروں پر کائنات کی تخلیق کی تھی۔ وہی احساس اگر مستقل منجمد کر دیا جائے تو شاید خدا ہو گا۔ تلانا کی دھن کا احساس پتہ نہیں ــــــ"

"ابھی شاید دروازے میں سے وہ داخل ہو گا جس کا کوئی نام نہیں۔ دیکھو باہر ایک منحوس چاند مندر کی پرانی قندیل کی طرح ڈولتا جا رہا ہے" ڈینس نے ذوعتاً کہا۔

"ویک اینڈ کے لئے شہر چلتی ہو ــــــ ۹ میں رات کی گاڑی سے واپس جا رہی ہوں ــــــ" سریکھا روشن سے بات کرنے کے لئے دریچے کی طرف مڑی۔

لیکن روشن باہر جا چکی تھی۔

"چلو ہم سب اپنی اپنی کاریں نکال لائیں اور روشن کے ساتھ ہیزل میر چلیں۔"

سیرل نے پائپ بھرتے ہوئے تجویز کیا۔

"کیوں ہیزل میئر کس لئے" اور کوئی جگہ کیوں نہیں ـــــ ؟" مائیکل نے سوال کیا۔

"سب جگہیں ایک سی ہیں۔ کسی بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔" ڈینس نے کہا۔

"لہذا ہیزل میئر چلو ـــــ" سب نے مل کر نعرہ لگایا۔

روشن ـــــ روشن ـــــ ہم تمہارا تعاقب کر رہے ہیں۔ سیرل نے پل پر پہنچ کر آواز دی۔

"روشن تم ہم سے بچ کر کہاں جاؤ گی۔ ہم تمہارے دشمن ہیں۔ ہم تمہارے دوست ہیں۔ ہم تمہارے پیچھے پیچھے آتے ہیں ـــــ ہم تمہارے ساتھ ہیں" ـــــ ڈینس نے کہا۔

وہ سب رات کی مدہم روشنی میں سڑک پر آ گئے۔

روشن ـــــ روشن ـــــ

یہ وسط گرما کی رات ہے۔ آج چڑیلیں اور بھتنے، اور اگیا بھتال اور مسان درختوں کی چھاؤں میں دوڑے پھر رہے ہیں ـــــ روشن ـــــ

سندلیشور ـــــ میرے پاس آؤ ـــــ اس نے بھاگتے بھاگتے تھک کر پگ ڈنڈی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

لٹل بو آئے بلو اور لٹل بو پیپ کی ساری بھیڑیں گم ہو گئی ہیں ـــــ! رمیش نے قریب آ کر مذاق اڑاتے ہوئے کہا۔

چلے جاؤ ـــــ چلے جاؤ ـــــ مجھے تو صرف اس کا انتظار ہے۔

اس نے کہا۔

میرا ۔۔۔۔؟ تم تو مجھ پر ہنستی ہو ۔۔۔۔ وہ نیلے پھولوں میں سے نمودار ہوا۔

میرے پاس آؤ ۔۔۔۔ اس نے دہرایا۔

میں تم سے خفا ہوں۔

ہا ہا ہا ۔۔۔۔ شاتم نے ۔۔۔۔ بھائی عامر روشن سے خفا ہیں۔ جنگل قہقہوں سے گونج اٹھا۔

خاموش رہو تم لوگ ۔۔۔۔ وہ چیخی۔

لٹل سرائیکو ہاؤڈ ڈیو ڈو ۔۔۔۔ ہلو ۔۔۔۔ ہلو ۔۔۔۔ کملا، صولت اور سریکھا نے گھاس پر ناچتے ہوئے گھوم کر کہا۔

تمہاری حقیقت دھندلکے میں چھپی ہے۔ اس نے انگلی اٹھا کر روشن پر واضح کیا۔

جہاں لے جاؤ گے میں تمہارے ساتھ چلوں گی۔ میرے گائیڈ بنو۔

میں ۔۔۔۔ اس کے سفر میں شامل رہوں ۔۔۔۔؟ گھاس پر بیٹھ کر وہ غور و فکر میں ڈوب گیا۔

پہاڑیوں پر روشنیاں جل رہی ہیں۔ کمروڑ پتیوں کی بیٹیاں ٹوئیڈ میں ملبوس اپنے باغات میں ٹہلتی ہیں۔ وادیوں میں ٹرینیں چل رہی ہیں جن میں کامیاب بینکرز، وزارت دفاع کا انڈر سکریٹری، لارڈ چیف جسٹس کی بیوی اور دو بوڑھے بشپ خوشبودار تمباکو پیتے، فریں لپیٹے چاروں اور بھاگے جا رہے ہیں۔ جنگلوں میں سرخ کوٹ پہنے شکاری وہیر کی دھن پر ہارن بجا رہے ہیں۔ اتوار کے روز ہمیں ہیمپٹن کورٹ میں داخل کیا جاتا ہے ۔۔۔۔ روشن نے کہا۔

لیکن ہم بھوکے تھے۔ لہٰذا اپنی کتابیں بیچ کر کھا گئے۔ اس شخص نے کہا جس کا کوئی نام نہیں۔

"میں اسکول میں ہاکی کی کپتان نہیں رہی۔ میں نے واٹر کلر پینٹنگ نہیں کی۔ گھر میں خوبصورت کیک اور گاجر کے حلوے تیار نہیں کیے جن کو میرے چچا زاد بھائی کھاتے۔" روشن نے کہا۔

"انڈر گریجویٹ زمانے میں میں اسٹیپل واچنگ کلب میں شامل نہ رہا۔ یونین کا صدر کبھی نہ بنا" عامر نے کہا۔

"بلا خوف تردید کہا جا سکتا ہے کہ میں ایک عام، نارمل، معمولی لڑکی تھی۔" روشن نے کہا۔

مدتوں کے تجربے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا کہ زندگی کے لئے ایک سنجیدہ فلسفہ مرتب کرنا صحت اور ہاضمے کے لئے مضر ہے۔ میں لڑکیوں کو سیکسو فون پر گیت سناتا رہا۔ انہوں نے دنیا کے ہر کونے سے مجھے لمبے لمبے خط لکھے۔ (اور بہرحال، آخر میں انہیں گیت کیوں نہ سناتا؟)

اب میں اپنی بیگم صاحبہ کا شکر گزار ہوں جن کی ہمدردی، خیالات کی ہم آہنگی اور احساس رفاقت نے پچھلے پندرہ سال سے میری زندگی کو جنت کا نمونہ بنا رکھا ہے۔

پندرہ سال قبل میں ایک لڑکی سے ملا تھا۔ }
پندرہ سال قبل میں ایک لڑکے سے ملی تھی } لیکن افسوس کہ تم وہ نہ نکلیں۔

وہ نہ نکلے —— جو میں نے سمجھا تھا۔ انہوں نے یک زبان ہو کر کہا۔

(وقت کی واپسی)

میں تم سے خفا ہوں۔

سندلشیور ـــــ سندلشیور ـــــ اچھالو میں روتی ہوں۔

ارے ارے ـــــ سنو تو ـــــ میری سینورینا، میری فراؤلین۔ میری فراؤلین۔ میری مادموزیل۔ میری صدیقہ بانو۔ میری سیتا گوپالن۔

آگے جاؤ۔ سنا ہے سب یہی کہتے ہیں۔

سب ـــــ؟ تم اور کتنے سب سے اسی طرح ملی ہو ـــــ؟

تم ـــــ تم کمینے، بدگمان، بے حس۔ تمہارے دل میں لڑکیوں کی کوئی عزت نہیں ہے۔ ہُو ہُو ہُو ـــــ میں رو رہی ہوں۔ میری آنکھیں روتے روتے سرخ ہو جائیں گی۔ میں بڑی دکھی ہوں

(پندرہ سال سے ہم ہنسی خوشی زندگی بتا رہے ہیں۔ کبھی کبھی لڑائی ہو جاتی ہے ایسے ہی گھریلو معاملات میں۔ مجھے میتھی بالکل پسند نہیں۔ میری بیگم صاحب ہمیشہ میتھی اور بڑیاں پکواتی ہیں۔ مگر اس کے باوجود مجھے وہ لڑکی کبھی کوئی خاص یاد نہ آئی۔)

ہُو ہُو ہُو ـــــ مجھے یہاں بیٹھ کر رونے دو۔

جنگل میں وہ سب خرگوشوں کی طرح اِدھر اُدھر اچھلتے پھر رہے ہیں۔ انہوں نے شاید ماسک پہن لئے ہیں۔ چاند کی روشنی میں اب وہ دلدل کے کنارے جا بیٹھے ہیں۔ ڈینس سر کے بل کھڑا کملا کو اپنی نظم سنا رہا ہے۔ سریکھا شیوا کی مورتی کی طرح رقص کے ایک انداز میں یک لخت منجمد ہو گئی ہے۔ ڈائیلن ٹامس اکڑوں بیٹھے گیتا کا پاٹھ کر رہے ہیں۔

منو ـــــ کیا تمہیں بھی کسی دور کے فاصلے کی فون کال کا انتظار ہے؟ ڈینس نے قریب آکر غور سے دیکھتے ہوئے عامر سے دریافت کیا۔

ہاں ـــــ نہیں ـــــ عامر پھر گھاس پر بیٹھ کر سوچ میں مبتلا ہو گیا۔

ہمارے خواب مختلف ہیں۔ خالص خیال خوفناک ہے ــــ ٹھہرو ــــ کہاں جا رہی ہو ــــ تفصیلات کی دنیا میں ہمارا صیہون کہاں ہے۔ جلد بتاؤ ــــ مجھے دیر ہو رہی ہے ــــ مجھے دیر ہو رہی ہے ــــ مجھے دیر ہو رہی ہے ــــ اس نے یک لخت بہت گھبرا کے روشن سے پوچھا۔ وہ روشن کے سامنے گھاس پر دو زانو جھک گیا۔

ہمیں دیر ہو رہی ہے۔ جلدی کرو ــــ جولدی ــــ چوَل ــــ چوَل ــــ چوَل ــــ پہاڑیوں پر گھنٹیاں بجنی شروع ہو گئی ہیں۔ میرے دماغ کے ویرانے میں جو ہوائیں سنسنا رہی تھیں اب وہ آندھی بن کر سارے میں پھیلتی جا رہی ہیں ــــ میرے پاس آؤ ــــ میرے پاس آؤ ــــ مجھے یوں اکیلے بیٹھ کر اس طرح نہ رونے دو ــــ میں تمہارے تھکے ہوئے پاؤں دھوؤں گی۔ ہم گرم قالین پر آگ کے سامنے بیٹھ کر میں تمہارے لئے چاء بناؤں گی ــــ جلدی ــــ جلدی ــــ دیر ہو رہی ہے ــــ شور میں اضافہ ہوتا گیا ــــ چلو ــــ چلو ــــ ہیزل میئر چلو ــــ دلّی چلو ــــ چرچل کے گھر چلو ــــ دنیا بھر سے ایک طرح کے نوجوان ایک آدرش مہان لئے ــــ خطرہ ہو بلیدان کا پھر بھی ہم لائیں گے سکھ چین کمیونسٹ خطرے سے بچو ــــ ان بستیوں کو جگمگانا ہے سدا ــــ ان کھیتوں کو لہلہانا ہے سدا ــــ ہم کیا گورے کیا کالے ــــ سب ایک ہیں ایک ہیں ــــ ہم موت پر ہنسنے والے سب ایک ہیں ایک ہیں ــــ ان کی بات نہ سنو ــــ ہم روزنبرگز کو نہ مرنے دیں گے ــــ کہہ رہے ہیں ہم ہیں شکست مان اور وشوما نتا یہ ست گان ــــ خطرہ ہو بلیدان کا ــــ خطرہ ہو بلیدان کا ــــ کارا ویمی لوہو کو یاٹ بھنگ رے بھنگ

کورے لوپاٹ ــــــ آزاد دلی میں ہیں۔ نہرو جنیوا میں ہیں۔ روزن برگز بنگ ہنگ میں ہیں۔ ایشیا کا سب سے بڑا اسٹیڈیم بہاولپور میں ہے۔ روشن عامر رضا کے چکر میں ہے۔ ڈیوک آف اڈنبرا ہیٹ کرک دوڈ کے چکر میں ہے۔ مسٹر کھنہ یہ ساری سرمایہ داری کی سازشیں ہیں۔ معاشرے کی خرابیاں ہیں۔ کل میں نے ایک نیا کوٹ خریدا۔ دماغوں کو دھوؤ۔ روحوں کو دھوؤ۔ آلو کو دھوؤ۔ گوبھی کو دھوؤ۔ بیتل کو دھوؤ۔ دھوؤ دھوؤ ــــــ

رفتہ رفتہ بھیڑ چھٹ گئی۔ خاموشی چھائی اور چاند علین ان کے اوپر آگیا۔ عامر نے دفعتاً ایک چھلانگ لگائی اور نیلے پھولوں کے دھندلکے میں غائب ہو گیا۔

وہ پگ ڈنڈی پر بیٹھی رہ گئی۔

پھر مترل، اور ڈینس اور مائیکل بھاری بھاری قدم رکھتے دلدل کے کنارے کنارے چلتے ہوئے اس کے پاس آئے اور منہ لٹکا کر اِدھر اُدھر بیٹھ گئے۔

یہ ٹھنڈے اور اداس دن ــــــ روشن نے سر اٹھا کر ان سے کہا۔

بھیگے، غم خوردہ، خوفناک دن۔ مترل نے کہا۔

بھاری اور گھسٹنے والے، لنگڑے، اپاہج دن ــــــ ڈینس نے کہا۔

یوں ہماری زندگی بیتتی ہے۔ انہوں نے یک زبان ہو کر کہا۔

ہمارے لئے کٹھن آزمائشیں ہیں۔

تکلیفیں۔

دل کا رنج۔

ندامت۔ پشیمانی

وہ مگن ہیں۔

ہم روتے ہیں۔ ہم روتے ہیں۔ ہم روتے ہیں۔

ہیزل میئر کا جنگل آہستہ آہستہ دھندلکے میں محو ہو گیا۔

"روشن ـــــ" سریکھا نے زینے پر پہنچ کر آواز دی

"روشن بیٹیا ــــــ؟" شکن کے لکھنوی خانساماں رمضان نے لیڈنگ پر آکر دریافت کیا ـــــ "جی نہیں بٹیا وہ تو ابھی نہیں آئیں ـــــ"

سریکھا اوپر آگئی ـــــ "سن سریکھا ایک زبردست ایکٹوٹی ہو گئی ـــــ" میں نے شکن کے کمرے میں سے آواز لگائی۔

"کیا ہُوا ـــــ" اس نے کمرے میں آتے ہوئے کان کھڑے کر کے پوچھا۔

"روشن نہیں آئی؟ ـــــ" میں نے دفعتاً سوال کیا۔

دیکھو تو۔ کل رات کیمبرج میں میں نے اس سے کہا تھا ویک اینڈ کے لئے آجائے۔" سریکھا نے کہا۔

نچلی منزل میں ڈرائینگ روم میں شکن اور رجپال کی چھ سالہ بچی نینا ہانس اور میری بن کی لڑکی جولیا کے ساتھ ٹیلی ویژن کے بچوں کے پروگرام میں مشغول تھی۔ کھانے کے کمرے میں میز کے گرد باقی کا سارا قبیلہ جمع تھا۔

"کیا ایکٹوٹی ہوئی جلدی بتاؤ ـــــ" سریکھا نے اگم کے پاس بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

"ساجدہ آپا نے قوم کو "صحرائی چوہے" دکھانے کے لئے مدعو کیا ہے۔" میں نے مطلع کیا۔

"دو قومیں ـــــ دونوں قوموں کو ـــــ" شکن نے سنجیدگی سے

میری تصحیح کی۔

"اوہ ـــــ ہاں بھئی معاف کرنا ـــــ" میں نے معذرت چاہی۔

"ہاں تو بات یہ ہے کہ ـــــ"

"لیکن "صحرائی چوہے" کیوں ـــــ "صحرائی لومڑی" کیوں نہیں؟"
سریکھا نے مزید تشریح چاہی۔

"دراصل ہماری ساجدہ آپا کو رچرڈ برٹن کی ذات سے بہت عقیدت ہے" میں نے سریکھا کے گوش گزار کیا۔

"اچھا وہ کیوں ـــــ"

"پتہ نہیں" میں نے معصومیت سے جواب دیا۔

"تو کرا دوان کا انٹرویو رچرڈ برٹن صاحب سے، وہ تو اکثر یہاں شوٹنگ کا آتے رہتے ہیں"

"دراصل رچرڈ برٹن صاحب جو ہیں ان کی شکل ایک اور بزرگ سے بے حد ملتی ہے جو اوریجنل ہیں ـــــ یعنی کہ ـــــ" میں نے بتایا۔

"اور وہ اوریجنل کون ہیں اور کہاں ہیں ـــــ" فیروز نے کہا اور پھر دفعتاً وہ چلائی ـــــ "ارے ہائے ـــــ یہ تو واقعی بڑی ایکٹوٹی ہو گئی"
اب سب کی نظروں کے سامنے سارا قصہ چشم زدن میں صاف تھا۔

" اٹھا لاؤ خنجر کرو قتل ہم کو
بڑی دیر سے مُوڑی جھکائے ہوئے ہیں"

میں نے عرض کی۔

"یہ بات ہے ـــــ اچھا تو آیئے میدان میں ـــــ" بسم اللہ الرحمٰن کی جگہ ہڑبڑا کر فیروز نے کہا ـــــ "السلام علیکم۔ لائیے میم کلا ـــــ"

"ہر وہ چیز جو حرفِ میم سے شروع ہوتی ہے" کملا نے اطمینان سے کہا۔ اشعار کس کو یاد تھے۔ لہٰذا دھاندلی شروع ہوئی۔ پہلے شعر غلط پڑھے گئے پھر حسبِ ضرورت ان میں ترمیم کی گئی۔ نہ کہ ہم نشین بے وقوفی کی باتیں۔ میں بھولا نہیں ہوں وقوفی کی باتیں ___ خود شعر گھڑھے گئے اور پھر نوبت یہاں تک پہنچی کہ فلمی گانوں کے بول نہایت بے تکلفی سے استعمال کئے جانے لگے۔ روشن اب تک نہ پہنچی تھی" یاد رکھنا چاند تارو اس سہانی رات کو ___ ملائیے

داؤ کل ___ میں نے کہا۔

" واہ کٹ کٹ کر رہی ہیں مرغیاں" ۔ کملا نے برجستگی سے عرض کی۔

"یہ فاؤل ہے ___" میں نے دہاڑ کر کہا۔

" ہرگز نہیں"

" اٹھو وگرنہ حشر نہیں ہوگا پھر کبھی دوڑو زمانہ چال قیامت کی چل گیا" میں نے میز پر مکّہ مارا۔

" فاؤل ___ نون غنّا کا لاؤ ___"

" قطعی نہیں۔ زکام کی وجہ سے تم نے مرغیاں کے بجائے مرغیا کہا تھا"

" اچھا اگر یہی بات ہے تو آہ کٹ کٹ کہہ رہی ہیں مرغیاں ___" اس نے گرج کر جواب دیا۔

اس کے بعد یہ عالم تھا کہ ہائے کُٹ کُٹ، اور اف یہ کٹ کٹ اور پھر صرف کٹ کٹ کہہ رہی ہیں مرغیاں ہوتا رہا۔ کچھ دیر بعد جب دوبارہ کملا کی باری آئی تو اس نے پھر اطمینان سے کہا "کیا ہی کُٹ کُٹ کہہ رہی ہیں مرغیاں"

"یہ سب ہو چکا ہے ___" میں چلائی۔

"یہ دوسری مرغیاں ہیں ___" کملا نے اطمینان سے جواب دیا۔

اتنے میں پیچھے ہال میں گھنٹی بجی — روشن آگئی — سب چلائے۔

"کیا سلسلے ہیں —" اس نے اندر آکر کوٹ اور دستانے اتارتے ہوئے مسکرا کر پوچھا۔

اس کے بالوں میں ہیدر کی چند پتیاں اٹکی تھیں — یہ تو بڑی خوش قسمتی کی نشانی ہوتی ہے۔ مجھے وہ خوش دل بوڑھیا یاد آئی جس نے ایک دفعہ مجھ سے یہی بات کہی تھی۔

شام کو شکن کے یہاں ڈنر تھا۔ میں اور کملا رمضان کی مدد کے لئے باورچی خانے میں چلے گئے۔

مہمان آنے شروع ہو گئے تھے۔ تھوڑی دیر میں رتیش کے قہقہے کی آواز آئی۔ جوس بھی آگیا۔ وہ روشن سے کسی کا تعارف کرا رہا تھا۔

"اہم — یہ گنتی کی ان پاکستانیوں میں سے ہے جو ہم ہندوستانیوں سے بڑی محبت سے ملتے ہیں —" اس نے اپنے بیک وقت شریر اور سنجیدہ انداز میں کہا۔

"تم ہندوستانی — ؟!" روشن بھویں اٹھا کر مسکراتے ہوئے کہہ رہی تھی —

"ہاں — میں ہندوستانی — اوم شانتی۔ شانتی —"

یہ سارے کے سارے غیر ملکی، ذہنی اور جذباتی طور پر ہندوستان کے عاشق تھے۔ "میں — تمہارے لئے غیر ملکی ہوں —" روشن نے آہستہ سے کہا — ریڈکلف اور اڈ نے مجھے سریکھا اور صولت سے علیحدہ کرنے کے علاوہ جوس اور ڈائیلن ٹامس سے بھی علیحدہ کر دیا ہے۔ "بڑے شدید CONFLICTS ہیں روشن زندگی میں —" خوبصورت

"بل" نے جوس سے کہا" میں اس پر ایک مضمون لکھوں گا"

"تم اس قسم کی کوئی حرکت نہیں کروگے" میں نے غصے سے کہا۔

"تم سب نے مل کر اسے ایسی موم کی گڑیا کیوں بنا لیا ہے ـــــ جب تک بھائی عامر ـــــ" فیروز مجھے کھینچتی ہوئی دوسری طرف لے گئی۔" مجھے یقین تھا کہ تم کوئی اینٹ گراؤ گی ـــــ" اس نے "تنبیہا" کہا۔

"شہر میں شری دلیپ کمار رائے آئے ہوئے ہیں۔ ان کا ایک کونسرٹ رکھ لیا جائے ـــــ" کمرے کے دوسرے سرے پر باتیں ہو رہی تھیں۔ شری ڈی کے رائے کو میں ملک کا بہترین موسیقار سمجھتی ہوں۔ شری ڈی کے رائے مجھے بے حد پسند ہیں" میں نے اس گروہ کے قریب قالین پر بیٹھتے ہوئے بے دھیانی سے کہا۔

میرے دل میں دل کا پیارا ہے مگر ملتا نہیں ـــــ کسی نے الاپنا شروع کیا ـــــ ان کا یہ ریکارڈ میرے پاس بھی ہے۔ مجھے یاد آیا۔

ڈبلیو۔ ایچ۔ اوڈن کی دونوں کم سن بھتیجیاں۔ ساریوں اور چپلوں میں ملبوس، ماتھے پر کم کم لگائے، ایک طرف کو بیٹھی شیوانتی کو اپنے تبلے کے متعلق کچھ بتا رہی تھیں۔ ان کی ہندوستانی آرٹسٹ ماں شیلا اوڈن بڑی تفصیل سے جوس کو کوئی نکتہ سمجھانے میں مصروف تھیں۔ بل اور رمیش ایک کونے میں کھڑے کسی بات پر ہنس رہے تھے۔

"میلے کے لئے اس سال کیا کیا ہو رہا ہے" ـــــ رمیش نے مڑ کر پوچھا۔

"اُفوہ کتنا کام ابھی سر پر ہے۔ نذرل دا آرہے ہیں" فیروز نے کہا۔

"روشن ڈارلنگ ـــــ" میں نے اٹھ کر اس کے قریب جاتے ہوئے کہا۔

"ـــ تم ـــ ان کاموں میں ان سب کا ہاتھ بٹاؤ گی ـــ یا ـــ عامر رضا صاحب کو اس میں اعتراض ہے۔" اس نے ایک لحظے کے لئے مجھے اور جوسس کو غور سے دیکھا۔ وہ دفعتاً سرخ ہو گئی۔

"یہ تم نے ایک بہت بڑی اینٹ گرائی ہے۔" فیروز نے اداسی سے کہا اور شیوانتی کے پاس جا کر بیٹھ گئی۔

"کل تمہارے الف لیلےٰ کے امراء کا فلائنگ کارپٹ پہنچ رہا ہے" ـــ رمیش نے مجھ سے کہا۔

"ہاں ـــ ایک اڑن کھٹولا اندر پرستھا سے بھی آرہا ہے۔ اگلا ہفتہ بڑا مصروفیت کا گزرے گا۔" فیروز نے جمائی لے کر کہا۔

"تمہیں کیا کرنا ہے ـــ؟" رمیش نے پوچھا۔

"میں ـــ میں ان فلائینگ کارپٹ والوں کا اپنے اخبار کے لئے انٹرویو کروں گی ـــ" میں نے تقریباً چلا کر کہا۔ "تم کمینے پن سے ہنس کیوں رہے ہو ـــ"

پارٹی اپنے پورے سوئینگ پر جا رہی تھی۔ نیچے نائیٹس برج کی سنسان سڑک پر سے اکا دکا موٹریں کہرے کو چیرتی ہوئی نکل جائیں۔

اگلے روز صبح میں نے چند نفیس اینٹیں چن کر اپنے پرس میں رکھیں اور دربار میں پہنچی۔ بی بی سی والے ریکارڈنگ وین لئے پہلے سے موجود تھے۔ لاؤنج میں بڑی گہما گہمی تھی۔ فلیٹ اسٹریٹ کے سارے رپورٹر اِدھر اُدھر لاؤنج اور گیلریوں میں گھومتے پھر رہے تھے۔

"اندر آجائیے" ـــ ایک وردی پوش غلام نے کہا۔

میں تھر تھر کانپتی تخت زریں کے قریب گئی۔

"حضور والا ____" میں نے حلق صاف کر کے کہنا شروع کیا ____
" اس ملک کی پبلک کے لئے کوئی پیغام ____ یہاں کی پبلک آپ کے عشق میں بری طرح لوٹی جاتی ہے۔"

BLAA, BLAA, BLAA ____ حضور والا نے کہا۔

" سرکار ____ ملک کے نئے تجارتی معاہدے ____"

گھرر گھرر گھرر ____

" عالی جناب ____ تازہ ترین دفاعی اور فارن پالیسی ____"

فاؤں فوں فوں ____

" حضور والا ____ آپ کا کس طرح شکریہ ادا کروں ____ آپ نے اپنا قیمتی وقت ضائع کیا ____" میں جھک کر کورنش بجالائی اور الٹے قدموں باہر آگئی۔

دفتر واپس پہنچ کر میں نے حضور والا کا پیغام برطانوی پبلک کے نام تصنیف کیا۔ اور نیچے ایلیس کو بھجوا دیا۔ میرے سر میں بڑا درد ہو رہا تھا۔ تھوڑی دیر آرام کرنے کی غرض سے میں گلیاں اور لاکورٹس کا احاطہ عبور کر کے ویمنسٹر پریس کلب آگئی۔ اور ایک کونے میں بیٹھ کر رونے لگی۔

" ڈارلنگ تمہارا فون آیا ہے" ____ کچھ دیر بعد ایلیس نے میرے پاس آ کر کہا۔

میں نے آنکھوں میں جھلملاتے آنسوؤں میں سے اسے دیکھا۔

" جو بھی ہو اس سے کہہ دو کہ صد افسوس میرا انتقال پر ملال ہو چکا ہے۔"

"کمینی مت بنو ـــ ویرانڈے ڈیئیر" ایلکس نے کہا۔

میں افیمیوں کی طرح چلتی ہوئی کاؤنٹر پر گئی ـــ "ہلو" میں نے سوتی سوتی آواز میں کہا۔

"ہلو ـــ یہ میں بول رہی ہوں۔ ساجدہ آپا تم کو کیسا پکڑا۔ میرا خیال تھا کہ تم اس وقت وہیں ملو گی ـــ دیکھو مجھے تم سے بہت ضروری باتیں کرنی ہیں ـــ"

"سنو ـــ ساجدہ بہن ـــ آج میں "صحرائی چوہے" دیکھنے سے معذور ہوں۔ میرا سارا دن تو بہت سے اصلی چوہے دیکھنے میں گزر جاتا ہے۔"

"نہیں ـــ گولی مارو فلم کو ـــ مجھے تم سے کچھ رائے لینی ہے۔ اور بے حد سنجیدگی سے باتیں کرنی ہیں۔ اس وقت تمہارے ساتھ تمہاری وہ ساری کی ساری شیطان سہیلیاں تو نہیں ہوں گی ـــ؟"

"کیا کہا تم نے" میں نے برا مان کر کہا ـــ "نہیں میں تنہا ہوں۔ یہاں پریس کلب میں اس وقت میں نے کسی کو نہیں بلایا ـــ"

"مجھے تم سے بات ـــ"

"ہاں ہاں ٹھیک ہے" میں جھنجھلا گئی ـــ "تم ایک کام کرو ـــ تم سیدھی یہیں آجاؤ اور لنچ بھی میرے ساتھ کھاؤ ـــ"

میں نے زور سے ریسیور پٹخ دیا۔ شہر کی ان LOVE LORN خواتین نے اور جان آفت میں کر رکھی تھی۔

آدھ گھنٹے بعد ساجدہ بیگم کھانے کی چھوٹی میز پر میرے سامنے بیٹھی تھیں۔ میں افیمچیوں کی طرح ان کو دیکھتی رہی۔

"کل میں عامر رضا سے ملی" ـــ انہوں نے کہنا شروع کیا۔

"دی عامر رضا ——— ؟" میں نے پوچھا۔

" ہاں ——— ہاں ——— کیوں ——— ؟"

"عامر رضا ——— شہنشاہ کائنات۔ لارڈ آف آل یونیورسس ——— ؟"

" وہ تو بڑے خاموش سے ایک کونے میں بیٹھے تھے ———"

"یہ" چونرے کی سرائے" کا ذکر ہے جہاں آپ بی بی سی والوں کے ساتھ گئی تھیں ——— ؟" میں نے دریافت کیا۔

"نہیں ——— ہم دونوں" استانبول" میں کھانا کھا رہے تھے ———"

"اوہ ———" میں نے ایک ٹھنڈی سانس بھری۔

" انہوں نے بتایا کہ وہ مجمع سے کتنا گھبراتے ہیں۔"

" ڈارلنگ تمہارا فون ———" کلیسٹ کے ڈائننگ روم کے دوسرے کونے سے ایلس پھر چلائی۔

فون پر فیروزہ پوچھ رہی تھی کہ سریکھا معلوم کرنا چاہتی ہے کہ گنی پگ کی کتنی قسمیں ہیں ——— کیا ہے ——— ؟ میں نے پوچھا ——— وہ اس وقت آر۔ اے ڈی۔ اے کی ایک لڑکی کو گنی پگ کہنا چاہتی ہے ———"

"اِک ذرا ٹھہرنا ساجدہ بہن ———" فون پر سے لوٹتے ہوئے میں نے دریافت کیا ——— "عامر صاحب نے یہ تو نہیں کہا تھا کہ وہ سائے کی تلاش میں ساری دنیا میں گھومتے ہیں۔ جہاں سایہ ملا وہیں بیٹھ گئے۔ یہ تیز دھوپ ان کی آنکھوں کو بری لگتی ہے ——— ؟"

" ہاں ——— کہا تو تھا۔ بالکل یہی کہا تھا انہوں نے ———"

خدایا ——— میں بالکل نڈھال ہو گئی ——— " لو یہ گوبھی کھاؤ ———" میں نے پلیٹ ان کی طرف سرکائی ———

"میرا خیال ہے اس ملک کے بارے میں جو میرے تاثرات ہیں ان پر ایک افسانہ لکھوں — " انہوں نے سوچ کر کہا۔

ہائے اللہ نہیں — میں نے دل میں کہا۔ "ضرور، اس سے عمدہ بات کیا ہو سکتی ہے — " میں نے انتہائی خوشی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ اب پانی سر سے اونچا ہو چکا تھا۔ میں نے صبر شکر کے ساتھ ویٹرس کو بلانے کے لئے اشارہ کیا۔ "کافی لوگی صاحب — ؟" میں نے اونگھتی آواز میں اس سے پوچھا۔ "یا آئس کریم — ؟"

دوسرے روز صبح اسی طرح اونگھتے ہوئے میں ویسٹ منسٹر ایبے میں ملکہ میری کے جنازے کے سرہانے کھڑی رہی۔ دنیا کی بے ثباتی کا نقشہ آنکھوں کے آگے پھر گیا۔ پیاری ملکہ میری موت سے کس کو رستگاری ہے۔ آج تم کل ہماری باری ہے۔ شاہی جنازہ یونین جیک میں ملفوف، قربان گاہ کے چبوترے پر رکھا رہا۔ ملکہ میری کے چہرے کے چاروں طرف پھول تھے اور اونچی موم بتیاں۔ آرگن کی مدھم آواز۔ دفاعی افواج کے اعلےٰ ترین افسر بت بنے دو رویہ کھڑے پہرہ دے رہے تھے۔ باہر نفیس دھوپ کھلی تھی اور اَن گنت انسانوں اور سوگوار بوڑھوں اور بڑھیوں کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا تھا۔

ہے راج ماتا — جنازے کے سرہانے اٹن شن کھڑے میں نے دل میں عرض کی — ایک زمانہ تھا کہ تم دلی میں دربار کرنے آئی تھیں تو میرے باپ دادا نے تمہیں نذرانے پیش کئے تھے۔ میں اس وقت محض ایک اسکوپ تمہاری محترم یاد سے معنون کرنے جا رہی ہوں۔

تعظیم میں خاموش کھڑے رہنے کی دس منٹ کی مہلت ختم ہو چکی تھی میں سخت پروقار انداز سے دو رویہ گارڈ اور شاہی محل کے افراد کے مجمع میں سے گزرتی باہر آئی اور بڑے دروازے پر کھڑے ہوئے پہریداروں کو اپنا پریس کارڈ دکھانے کے بعد سرپٹ ایبے کی برجی کی طرف بھاگی۔ مجھے فکر تھی کہ مجھ سے پہلے اسکوپ کسی اور کے ہاتھ نہ لگ جائے۔

برجی میں بی بی سی کے لوازمات نصب تھے۔ سمندر پار کی سروسز کے کئی ارکان مائیک سامنے رکھے جلدی جلدی اپنی زبانوں میں کمنٹری نشر کر رہے تھے۔ ایک طرف کو چچا صدیق احمد صدیقی سخت سنجیدگی سے مائیک پر جھکے اردو میں کچھ فرما رہے تھے۔

"چچا ایک اسکوپ ــــ" میں نے آہستہ سے کہا۔

"فوراً بتاؤ ــــ کہاں سے ملا ــــ اور کیا ہے ــــ"

"ہرگز نہیں ــــ میں سیدھی دفتر جا رہی ہوں ــــ اللہ حافظ ــــ"

فلیٹ اسٹریٹ میں سخت گہما گہمی تھی۔ سارے اخبار کھٹا کھٹ ملکہ معظمہ کی یاد میں جدید ایڈیشن نکالنے میں مصروف تھے۔ "ڈیلی ٹیلی گراف" کی عمارت کی چوتھی منزل پر اپنے کمرے میں پہنچتے ہی پھولی سانس کے ساتھ میں نے اوپر خداؤں کو فون کیا ــــ

"مس گیریٹ ــــ مس گیریٹ ــــ"

"یس مائی ڈیئر ــــ"

"مس گیریٹ ــــ ملکہ معظمہ کو پلاؤ پسند تھا ــــ"

"ڈیئر می ــــ واقعی ــــ ٹھہرو میں نیچے آ رہی ہوں ــــ"

"مس گیریٹ ــــ ملکہ معظمہ کو پلاؤ پسند تھا۔ جارج پنجم کو شاہی

کباب، ایڈورڈ ہشتم کو نرگسی کوفتے، جارج ششم کو——"

"اوہ ڈیئر—— ہاؤ لولی——"

"اور اکثر ملکہ معظمہ اپنے ہندوستانی مسلمان خان ساماں سے یہ کھانے بنوا کر نوش کرتی تھیں——" میں نے خوشی سے بے حال ہوتے ہوئے بات ختم کی۔

مس گیرٹ بھی سخت متاثر ہوئیں۔ اور ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ مائی ڈیئر—— بہترین اسٹوری ہے۔ ہیومن ٹچ—— ہماری ہاؤس وائوز کو بہت پسند آئے گی۔ اور غالباً تم ہندوستانیوں کو بھی—— ساتھ ہی ملکہ وکٹوریہ کی روایات کا ذکر بھی کرنا—— فوراً لکھو——"

"جی ہاں——" میں میز پر ٹائپ رائٹر کے سامنے جا کر بیٹھ گئی۔

"ساتھ ہی ان کھانوں کی ترکیبیں بھی لکھ دینا——"

"بہت مناسب مس گیرٹ——"

فیروز کا فون آیا—— "کیا ہو رہا ہے——"

"نرگسی کوفتوں کی ترکیب رقم کر رہی ہوں——"

"کیا——؟

"ہاں—— ہماری مرحومہ ملکہ معظمہ کو پلاؤ——"

"اچھا تمہاری اطلاع کے لئے عرض ہے کہ روشن تو یہیں ہیں مگر بھائی عامر گویا سلیمانی ٹوپی پہن کر غائب ہو گئے——"

"ابھی گھر میں دلہن کا دلہارا ہے مگر ملتا نہیں—— میرے دل میں دل کا پیارا——" میں نے فون میں الاپنا شروع کیا۔

اپنی میز پر سے ایلس نے سر اٹھا کر عینک کے شیشوں میں سے مجھے

تعجب سے دیکھا۔

"یہ ایک بڑا غم گین گیت ہے ایلس، جو ٹریجیڈی کے موقعوں پر گایا جاتا ہے ——" میں نے جلدی سے اس سے کہا۔

"اوہ! INDIAN LOVE SONG —— میں جانتی ہوں ——!"

اس نے عقل مندی سے سر ہلایا۔ وہ اکثر شیلے پڑھتی تھی۔

"میں تم کو یہ بتا رہی ہوں کہ بھائی عامر ——" دوسرے کمرے سے فیروز دھاڑی۔

"ہوں ——" میں نے کہا —— "کیا روشن کو علم نہیں کہ وہ ہر ویک اینڈ پر سلیمانی ٹوپی پہن کر پیرس تشریف لے جاتے ہیں۔ اہم سفارتی کاموں کے سلسلے میں ——"

"ابھی اطلاع ملی ہے کہ روشن اب یہاں نہیں رہے گی ——"

"کیمبرج لوٹ جائے گی ——"

"وہاں آج کل چھٹیاں ہیں ——"

"تو پھر آئیرلینڈ جا کر کسی کانونٹ میں داخل ہو جائے گی —— تم کو معلوم ہونا چاہیئے کہ وہ ایک صوفی منش لڑکی ہے —— سُنو قورے میں اگر ——"

"کل میکبتھ کی ریہرسل ہے ——"

"پتہ ہے —— سنو قورے میں ——"

"کل کنول کرشن انڈیا کلب میں اپنی تصویروں کی نمائش کر رہے ہیں۔"

"پتہ ہے ——"

"پرسوں ایشین فلم سوسائٹی میں وہ سہراب مودی صاحب اور مہتاب جو ہیں وہ رانی کی جھانسی یا جو کچھ بھی ہے وہ پیش کر رہے ہیں ——"

"یہ بھی معلوم ہے —— لیکن اگر کھڑا مصالحہ ——"

"پرسوں میلہ کمیٹی کی میٹنگ ہے۔ اقبال ایوننگ کے سلسلے میں اقبال سنگھ سے ملنا ہے۔ ان کی کتاب "آرڈنٹ پلگرام" پر تم نے ریویو کر دیا ——؟"

"ہاں —— ہاں —— ہاں ——"

"رالف رسل، اور انگریزوں کے جگر مراد آبادی سے بھی اقبال ایوننگ کے لئے بات کرنی ہے۔ اور افسوس ہے کہ احتشام صاحب اس سے پہلے ہی لکھنؤ لوٹ جائیں گے —— اور ——"

"مسماۃ فیروز جبیں ——" میں نے دل دوز آواز میں کہا۔ "میں ملکہ میری کے سوگ میں مبتلا ہوں اور تم اپنی نیٹو لوگوں کی مصروفیات کے ذکر سے مجھے بور کر رہی ہو —— میں تم سب سے بھاگ کر اب اپنے آرٹ سکول میں پناہ لینے جا رہی ہوں۔ وہاں میں کئی دن سے نہیں جا سکی۔ اس سے میری روح کو فائدہ پہنچے گا —— اور چند اہم مسائلِ تصوف پر میں سکون سے غور کر سکوں گی —— سمجھیں —— ایک کل براڈ کاسٹنگ ہاؤس میں تم سے شرف ملاقات حاصل کروں گی ——"

"یہ تمہیں کیا ہو رہا ہے ——" فیروز نے پریشانی سے دریافت کیا۔

"آرٹسٹک ٹمپرامنٹ ——"

"تم پر تین حرف ——" فیروز نے زور سے فون بند کر دیا۔

میں نے ٹائپ رائیٹر پر سر رکھ کے پھر سے اونگھنا شروع کر دیا۔

ہیدرلیز —— دنیا کے مشہور ترین آرٹ سکولوں میں سے ایک —— اور یہاں بھی حسب معمول اداسی اور خاموشی تھی۔ لائف

کلاس میں لڑکیاں اور لڑکے چپ چاپ اپنے اپنے کام پر جھکے ہوئے تھے۔ سیاہ فام حبشی لڑکی بیزاری سی اپنے تخت پر چڑھی بیٹھی تھی۔ گورڈن ایمنز ہمارے پرنسپل اوورل پہنے چپ چاپ اِدھر اُدھر ٹہل رہے تھے۔ اوپر پورٹریٹ کی کلاس میں ایک بوڑھا بھکاری ہاتھ میں بیئر کا گلاس تھامے بیٹھا اونگھ رہا تھا۔

میں اور زیادہ ڈی مورلائیزڈ ہو گئی۔

غور کرنے کا مقام ہے ـــــ اپنی ایزل کے سامنے بیٹھے ہوئے میں نے سوچا ـــــ کہ تھیکرے صاحب نے پہلے تو خود نہیں پڑھا اور پھر اپنے "THE NEWCOMES" کے ہیرو کو بھی نہیں بھیجا۔ میں اپنی ہیروئن یا ہیرو کو ٹینیجرز بھیجوں گی ـــــ میں نے طے کیا۔

میں اندھیرے پڑنے تک اپنے کونے میں بیٹھی BROOD کرتی رہی۔ آرٹ کے دوسرے اکیڈیمک مدرسوں کے برعکس، یہاں کوئی قاعدے قانون نہ تھے۔ جس وقت چاہیے آئیے، جب چاہیے اٹھ کر واپس چلے جائیے جائیے تو مدتوں تلک آئیے ہی نہیں۔ پھر جس کلاس میں جس اسٹوڈیو میں چاہئے بیٹھے رہئے اور جو دل میں آئے بنائیے اور چاہیے تو قطعی کچھ نہ بنائیے۔ مگر وضعداری کی ایک روایت تھی جس کو نبھانا لازمی تھا وہ یہ کہ بات نہ کیجئے۔ من برت رکھے گیان دھیان میں مگن رہئے۔ سوا سو سال قبل رائل اکیڈمی سے بغاوت کر کے نئے مصوروں کے ایک گروہ نے اس اسکول کی بنیاد رکھی تھی ـــــ قدیم روایات کو توڑ کر سب سے پہلے اسی اسکول میں لڑکیوں کے داخلے کی اجازت دی گئی تھی۔

سر برن جونز، دانتے گبرئیل روسیٹی، ولیم تھیکرے، ڈافنی دوماریر کے

دادا اور "TRILBY" کے مصنف جارج دو ماریہ، بیرونس اوزی، پھر پائیکل ایرٹن، نکلس بنٹلے، سب کے سب اسی ہیدرلیز اسکول سے فارغ التحصیل ہو کر نکلے تھے۔ میں نے اسٹول پر بیٹھے بیٹھے پھر سونا شروع کیا۔

دوسرے کونے میں یسوع کی ایسی سرخ داڑھی اور شکل والا جنوبی افریقہ کا ایک سفید فام آرٹسٹ دیوار سے ٹیک لگا کر مدھم سروں میں مینڈولین بجانے لگا۔ میں نے ایک آنکھ کھول کے اسے دیکھا۔

"ہلو ـــ" وہ ہونٹ پچکائے مینڈولین بجاتا رہا۔

ہماری آج کی ماڈل جو تمہاری ہم وطن حبشی لڑکی لائف کلاس میں بیٹھی ہے کس قدر پیاری ہے ـــ" میں نے اسے جلانے کے لئے کہا۔ اور بے انتہا اخلاق اور محبت سے اس سے باتیں کرتی رہی لیکن ہمیشہ یہ مکالمہ زیادہ تر یک طرفہ ہوتا تھا۔ اسے "کلرڈ" لوگوں خصوصاً ہندوستانیوں اور پاکستانیوں سے شدید نفرت تھی۔ پہلے وہ سٹیڈ مین تھا۔ وہاں "ایک" سیاسی گفتگو کے دوران میں، آئینہ کو ایک انگریز یا یورپین لڑکی سمجھ کر اس نے ہندوستان کو جی بھر کے گالیاں دی تھیں۔ اور آئینہ نے غصے سے سُرخ ہو کر اسے بتایا تھا کہ وہ خود ہندوستانی ہے اس دن سے وہ اب ہم میں سے کسی سے بات کرنا نہ چاہتا تھا۔

"سنا تم نے ـــ اس مہینے ہم کالج اپنا سالانہ میلہ منعقد کر رہے ہیں۔ ضرور آنا۔ میں تم کو دعوت نامہ بھیجوں گی۔"

وہ دیوار کے سہارے بیٹھا پائپ سلگانے میں مصروف رہا۔

میں اونگھتی ہوئی پھر آرٹ اسکول کے باہر سڑک پر آ گئی۔

میں شام کو سخت ڈیپریسڈ، گھر پہنچی اسی وقت اوجیت کا فون آیا۔
"ہلو۔۔۔ سنو۔۔۔" وہ دھاڑ رہا تھا۔۔۔ "دیکھو یہ ٹیگور ٹیگور ہر وقت بنگالی کا شور مچا رہتا ہے اب اقبال ایوننگ ہونی ضروری ہے۔ اس میں لطیفہ یہ تھا کہ اوجیت خود خالص بنگالی تھا ایک لفظ اسے اردو کا نہ آتا تھا۔ انگریزی کے علاوہ یا وہ بنگالی بولتا تھا یا چیکوسلویکین۔۔۔۔
ڈیر اولڈ اوجیت)

ضرور ایسا ہی ہوگا۔ میں نے اسے اطمینان دلایا۔
اگلے روز پریس کلب سے میں نے رالف رسل کو فون کیا۔ رالف علی گڑھ سے اردو پڑھ کر آئے تھے، اور یہاں یونیورسٹی کے شعبہ اردو میں پڑھاتے تھے۔ نہایت فصیح و بلیغ اردو بولتے تھے اور اکثر ہم لوگوں کو اردو کی غلطیوں پر ٹوکتے رہتے تھے "بھئی یہ علامہ اقبال کا سلسلہ ہے کچھ۔۔۔" میں نے کہا۔
"اچھا۔۔۔ تو خیال یہ ہے کہ اقبال اتنا بڑا شاعر تھا کہ ایک انگریز بھی اس کے متعلق تقریر کہہ رہا ہے"۔ رالف نے ہنس کر کہا۔
مجھے بھی یہ سوچ کر بے حد ہنسی آئی۔ (قصہ یہ تھا کہ سرکاری اقبال ڈے کے موقعوں پر سلطنت برطانیہ کے بڑے بڑے نائیٹ حضرات کو مدعو کر کے جن کو اقبال یا ان کے کلام سے دور دور کا بھی واسطہ نہ تھا۔ ان سے تقریریں کروائی جاتی تھیں) ۔۔۔ "یہ کیا بوریت ہے رالف۔۔۔" میں نے کہا۔

"اقبال سنگھ سے کہہ دیا ہے۔۔۔؟" رالف نے پوچھا۔
"ہاں ان سے کہا ہے وہ تو آ ہی رہے ہیں۔ اور جناب ہم نے تو انگریزوں

کے جگر مراد آبادی کو بھی بلایا ہے۔" میں نے کہا۔
انگریزوں کے جگر صاحب۔ بے انتہا ہینڈسم قسم کے انسان تھے مگر جانے کیوں جگر مراد آبادی ان پر کچھ ایسا چپک گیا تھا کہ ہم اکثر ان کا اصل نام بھول جاتے تھے۔ یہ انگریزی کے اچھے خاصے مشہور شاعروں میں سے تھے اور روحانی طور پر بڑے سخت مسلمان تھے۔ مشرق کے افلاس میں ان کو خدا کی قدرت نظر آتی تھی۔ سرکاری "یوم اقبال" پر ہر سال مسجدوں کے میناروں کی تعریف میں اپنی ایک آدھ انگریزی نظم پڑھ ڈالتے تھے۔
اب پھر ہماری ریہرسلیں شروع ہوئیں۔ امینہ اور فیروزا اسکرپٹ تیار کرنے میں جٹ گئیں۔ عطا الرحمٰن اپنے بھٹیالی گیتوں کو کچھ عرصے کے لئے فراموش کر کے اقبال کے کلام کے لئے موسیقی کمپوز کرنے میں مصروف ہو گیا۔ سرلا اور تہرونا، اور شیلا، اور پرمودوا اور جیت اور درا، اور سارے بنگالی اور کشمیری اور گجراتی لڑکوں اور لڑکیوں نے گانے کے لئے صحیح تلفظ کی پریکٹس شروع کی۔
"آج میں نے ایک عجیب بات دیکھی" ایک پاکستانی نے دوسرے سے کہا۔ "انڈیا ہاؤس میں چاروں طرف "اقبال ایوننگ" کے پوسٹر لگے ہوئے ہیں"
میں نے نظریں اٹھا کر ان کی طرف دیکھا۔ اور پھر کام میں لگ گئی۔ مڈل ٹمپل کی لائبریری میں بیٹھے ہوئے میں اور رمیش سنگوی اسکرپٹ کے لئے اقبال کی نظموں کو جلدی جلدی انگریزی میں ترجمہ کرنے میں مشغول ہے۔
ہمارے ساتھ ہی آل حسن کی خوبصورت بیوی کرشنا اور پی ایس ایف

کا بنگالی پریذیڈنٹ ہمایوں رشید اور تہرونا دیدی کے میاں دلیپ بیٹھے حسب معمول کسی بحث میں الجھے ہوئے تھے۔ یہ سب قانون کے طالب علم تھے۔

اقبال کا اسکرپٹ ایک طرف رکھ کر ہم نے کسی بات پر ہنسنا شروع کیا۔ حسب معمول پھر شور مچنے لگا۔

اور حسب معمول آس پاس بیٹھے ہوئے قانون کے برطانوی طالب علم خاموشی سے اخبار پڑھتے رہے۔

ہر جگہ یہی ہوتا ہے۔ مستقل ہنگامہ۔ صرف ایک مقام پر نسبتاً خاموشی ہے۔ یہ ویمنز پریس کلب ہے کیونکہ یہاں پر تن تنہا ہوں۔ یہاں میں دفتر سے روزانہ لنچ کیلئے آتی ہوں۔ اکثر مایا بھی آجاتی ہے۔ مایا مالا بار کی رہنے والی ہے۔ اس نے ایک مشہور انگریز ڈرامہ نگار سے شادی کی ہوئی ہے۔ اور ڈیلی ہیرلڈ میں کام کرتی ہے۔ پوری فلیٹ اسٹریٹ میں میرے علاوہ "ساری پہننے والی" دوسری اخبار نویس مایا ہے۔ یہ برطانوی قومیت اختیار کر چکی ہے۔ اصل نسل خالص شدھ نیٹو محض میں ہی ہوں۔ اور یہاں پر میں اپنی اس کوالی فکیشن سے کافی بور ہو چکی ہوں۔

ویمنز پریس کلب میں مونیکا ڈکنز کی قسم کی برطانیہ کی چوٹی کی اخبار نویس خواتین دوپہر کو اکٹھی ہو کر تازہ ترین ٹوپیوں اور فیشنوں پر تبادلہ خیالات کرتی ہیں۔ میں یہاں اپنے کونے والی مخصوص میز پر بیٹھ جاتی ہوں۔ اور کبھی کبھی ان خواتین سے نہایت سطحی قسم کی گفتگو میں مشغول رہتی ہوں۔ مایا کے آنے سے سوکھے دھانوں میں پانی سا پڑ جاتا ہے۔ اور ہم دونوں ایک طرف کو بیٹھ کر اپنی باتوں میں لگ جاتے ہیں۔

فلیٹ اسٹریٹ کے اصل کلب ہیں، جو ڈاکٹر جانسن کے زمانے سے قائم ہے۔ بوجہ برطانوی قدامت پرستی خواتین کا داخلہ ممنوع ہے چنانچہ یہ خواتین یہاں آتی ہیں یا غم غلط کرنے کے لئے بے مارکیٹ کے رائیٹرز اینڈ آرٹسٹس کلب چلی جاتی ہیں۔

رائیٹرز اینڈ آرٹسٹس کلب بھی بے حد مخصوص قسم کی جگہ ہے۔ جنگ کے زمانے میں مقبوضہ یورپ کے اخبار نویس جو لندن میں مقیم تھے۔ انہوں نے اسے قائم کیا تھا۔ لہٰذا اس کی روایات اتنی امپریلیسٹ قسم کی نہیں ہیں۔ بائیں بازو کے اخباروں کے ایڈیٹر زیادہ تر یہیں آتے ہیں۔

کتنے نوجوانوں کے خواب یہاں تک پہنچتے پہنچتے چکنا چور ہو جاتے ہوں گے۔ کتنے لکھنے والوں کی یہ تمنا رہی ہو گی کہ ایک روز ہم اس کلب کے سُرخ گدیلوں والے صوفوں پر بیٹھے سکون سے دریچے کے نیچے سے گزرتے ہوئے ٹریفک کا نظارہ کرتے ہوں۔ اب چاروں اور یہ لوگ جو بیٹھے ہیں، یہ انتہائی کامیاب لوگ ہیں۔ اور ان کو دیکھ کر اکثر مجھے وہ اَن گنت لڑکیاں اور لڑکے یاد آتے ہیں جو چیلسی اور "بائیں ساحل" کی گلیوں میں گھومتے، اور ایک بہتر مستقبل کے خواب دیکھتے دیکھتے افلاس اور گمنامی کی حالت میں ختم ہو جاتے ہیں۔ یا اسی طرح جئے جاتے ہیں۔

ابھی ابھی جوسس نارمن کلف کے ساتھ اندر آیا ہے۔ برابر کی میزوں پر "اکونومسٹ" اور اوبزرور کے اڈیٹر صاحبان چپ چاپ بیٹھے قہوہ پی رہے تھے۔ اب نارمن کلف سے کشمیر کے قضیے پر زور و شور کی بحث چھڑ گئی۔

اے لیجیے یہاں پر بھی ہنگامہ شروع ہو گیا

ڈیلی ٹیلی گراف کے دفتر میں، میری فلور پر مارسکینڈ گینڈر کا کمرہ ہے۔

یہ ہر ہفتہ السٹریٹیڈ ویکلی آف انڈیا کے لئے "لندن لیٹر" بھی لکھتے ہیں۔ یہ ہمارے اخبار کے ٹیلی ویژن اور تھیٹر کے نامہ نگار خصوصی ہیں۔

اس وقت میں اور مایا بوٹ ریس دیکھنے کے لئے ان کے گھر جا رہے ہیں جو دریا کے کنارے پر ہے۔ مایا نے اپنے کوٹ پر نیلا پھول لگایا ہے۔ کیونکہ اس کا میاں کیمبرج کا پڑھا ہوا ہے۔ میری ہمدردیاں بھی تمام تر کیمبرج کے ساتھ ہیں۔ کیونکہ پچھلے سال میں وہاں سے ایک ریفریشر کورس کر چکی ہوں۔ اور پھر روشن وہیں ہے۔

روشن ــــــ ؟؟

روشن کہاں ہے ــــ میں چاروں اور نظر کرتی ہوں۔ سارے میں سخت جوش و خروش طاری ہے۔ اس سمے سارا برطانیہ دو مخالف پارٹیوں میں بٹ چکا ہے مسٹر مار سلینڈ گینڈر کے گھر جاتے ہوئے ایک اسٹیشن پر ایک بوڑھا قلی ہمارے نیلے پھول اور ہماری اکسائیٹ منٹ دیکھ کر خوش دلی سے کہتا ہے۔ پیاری لڑکیو ــــ اب تو میں بھی یہی دعا کروں گا کہ کیمبرج جیت جائے ــــ

دریا پر آکسفرڈ والوں سے بازی لے جانے کے جوش میں دیوانوں کی طرح پتوار چلاتے دور سے مائیکل، ہیرلڈ اور ڈینس نظر آتے ہیں۔

روشن کیا اس سارے ہنگامے کی حقیقت پہچان چکی ہے۔

"اقبال ایوننگ" نہایت شاندار اور کامیاب رہی۔ ہندی سیکشن والے بی بی سی تھیٹر میں اپنی "سبھا" پیش کر رہے تھے، امینہ، سریکھا، انورادھا، غزالہ سب کے سب اس میں جٹے تھے۔

ڈاکٹر اشرف "میکبتھ" کو اردو میں ترجمہ کر رہے تھے۔ اسے قسطوں میں نشر کیا جا رہا تھا۔ عطیہ کی نئی انگریزی کتاب چھپنے والی تھی۔ جدید سنگ تراشی کے نمونے "گمنام سیاسی قیدی" نے تہلکہ مچا رکھا تھا۔ سینٹ جانز وڈ میں میرے مکان کے پچھلے باغ میں موسم گرما کے خوش رنگ پھول کھل رہے تھے۔ اکثر میں اپنی سنگ تراش پڑوسن میری گیسن کے ساتھ دھوپ میں بلیوں کی طرح آنکھیں بند کیے ٹیرس پر بیٹھی رہتی۔ قریب ہی ہانس اور میرین کا فلیٹ تھا۔ یہاں چاروں طرف اٹھارہویں صدی کے اصطبلوں اور جدید اسٹوڈیو فلیٹوں میں ٹیلی ویژن، اور اسٹیج اور فلم کے مشہور اداکار، جدید مصور، مصنف اور سنگ تراش رہتے تھے۔ پرانے اصطبلوں کو خوبصورت جائے رہائش میں تبدیل کر کے ان میں رہنا "آرٹی" حلقوں کا تازہ ترین فیشن تھا۔ اوسٹرلی میں امینہ کا سترھویں صدی کا خوبصورت دو منزلہ مکان پھولوں سے گھر گیا تھا۔ شکنتلا کے یہاں اسی طرح محفل جمع رہتی۔ بے انتہا ذہین اور پیاری چھ سالہ نینا قدوائی کو جو پیدائش سے اب تک روم، انقرہ اور لندن میں رہنے کی وجہ سے ہفت زبان بن چکی تھی، اب اردو سکھلائی جا رہی تھی۔ صولت دلی واپس جا چکی تھی۔ کملا جانے والی تھی۔

اب پھر "میلے" کی تیاریاں شروع ہوئیں۔ اب کے سے طے کیا گیا تھا کہ "پنچ تنتر" کی کہانیوں کو مصور کر کے ان کی نمائش کی جائے گی۔ تین روز تک لگاتار دن رات اپنے کمرے میں مقید ہو کر میں نے پندرہ تصویریں تیار کیں۔ ونود مرندا اور اس کی فرانسیسی بیوی گیتا نے دس تصویریں بنائیں۔ پانڈیا نے دو درجن۔ میلے سے ایک رات پہلے جب ہم نمائش کے کمرے میں تصویریں سجانے بیٹھے تو یہ سوچ کر خود چکرا گئے کہ کتھاؤں کی

طرح سارا کام کس طرح مکمل ہو گیا۔
عجب بڑ دھوں دھوں تھی۔

اب "لندن مجلس" کا سالانہ میلہ شروع ہو چکا ہے۔ ہال کے اوپر کے زینے پر آکر روشن نے سامنے کا منظر دیکھا۔ لڑکیوں نے دو کانیں لگا رکھی ہیں۔ ایک کمرے میں دہی بڑے اور پوریاں کچوریاں بک رہی ہیں۔ بالکل امین الدولہ پارک کا نظارہ ہے۔ ہاکر زاپنے اپنے اخبار بیچ رہے ہیں — ٹی احمد اپنے دو ورقی اخبار کی آواز لگا رہے ہیں۔ ان کے مقابلے میں شوشلسٹوں کا ایک گروہ اپنے پمفلٹ لئے کھڑا ہے۔ امینہ پان فروخت کر رہی ہے۔ دوسرے ہال میں مختلف ممالک کے اسٹالز لگے ہیں۔ یہ انڈونیشیا ہے۔ یہ عراق ہے۔ یہ پاکستان ہے۔ وہیں پر پنچ تنتر کی تصویروں کی نمائش ہو رہی ہے۔ جوتس اور ابراہام کی تصویریں لگی ہیں۔

اب وہ سب گاتے ہوئے اسٹیج پہ آئے۔ پرمودا حسب معمول آرکیسٹرا کنڈکٹ کر رہے ہیں۔

لائی سال چھے پیار بھرے ناداں —
کشمیر —؟ ایک انگریز تماشائی پوچھتا ہے۔
"کشمیر تو ہمارے لئے زندگی اور موت کا سوال ہے۔"
"یہ لوگ جو گا رہے ہیں یہ کون سے کشمیر سے یہاں آئے ہیں — مقبوضہ یا آزاد —؟" انگریز تماشائی سوال کرتا ہے۔
— پوشن مالہ کرہ ناداں چھس
شالیمار گوشن چھس ودراواں —

دونوں طرف کا کشمیر ایک دوسرے کے لئے آزاد اور مقبوضہ ہے۔ میں تمہیں کس طرح سمجھاؤں ــــ

ــــ روشہ روشہ یزاں وچھ پوس کا رواں

پوشن مالہ کو ــــ

اور اب عطا نذرک کا ایک گیت اٹھا رہا ہے۔

"یہ اتنے جوش وخروش سے گا رہے ہیں۔ کیا یہ سب دہشت پسندوں کا گروہ ہے ــــ؟" ایک ٹوری اخبار کا نمائندہ فلیش لائیٹ سے تصویر لیتے ہوئے کہتا ہے۔

"یہ ــــ؟ ہاں۔ یہ بھی دونوں بنگالوں کے رہنے والے ہیں ــــ"

"سمجھ میں نہیں آتا ان لوگوں نے پاکستان کے لئے ووٹ کیوں دیئے تھے ــــ" ٹوری اخبار نویس کہہ رہا ہے۔

اب ڈھولک بج رہی ہے۔

پنجاب ــــ؟

ہاں۔ پنجاب بھی دو ہیں ــــ اسے اپنی سیاسی معلومات پر بہت ناز معلوم ہوتا ہے۔

ــــ دھرتی جی آمی ہی ے کر بھاگوان ــــ دھرتی ــــ

شیتا در جادویا سنگاتی گا دویا ــــ رانو پاکھر ــــ

یہ مرہٹی گیت ہے ــــ

اب گجراتی کورس شروع ہو رہا ہے۔

ــــ ہے کھیتر تی واڑی وتی جنگل تی جھاڑی وتی

ساگر بھی، اگر وہ تھی

سونی ساد آویا ــــ او ــــ ہمیں سونی ساد آویا ــــ

جوشؔ "خوب صورت بل" اور اخباروں کے سارے دوسرے نمائندے اسٹیج کے قریب فٹ لائیٹس کے اندھیرے میں فرش پر آلتی پالتی مارے بیٹھے سامنے کے روشن منظر کو دیکھ رہے ہیں۔

ــــ ہمیں جگ جگ کیرا کنگال
بھانگی نرکو نہ دِوا بہ
دیتا ڈگ ایک تال

دھرتی پہ آویا ــــ او ــــ ہمیں دھرتی پہ آویا

برطانوی تماشائی سحر زدہ سے بیٹھے سامنے کی چکا چوند دیکھ رہے ہیں۔

ــــ دیکھ دیکھ او رے اندھ
کار سین آویا
کار سین آویا

اب یونانی لڑکوں اور لڑکیوں کا گروہ ناچتا ہوا آیا۔ ان کے ٹوپیوں کے لمبے لمبے پھندنے اور دھاری دار اسکرٹ تیزی سے گھوم رہے ہیں۔ یہ انڈونیزین لڑکیوں کا دیوتوں کا ناچ ہے ــــ

اب سب گھیرا بنا کر کھڑے ہو گئے ہیں۔ انہوں نے انٹرنیشنل شروع کر دیا ہے۔ جو بیک وقت انگریزی، فرانسیسی اور اردو میں گایا جا رہا ہے۔

"ــــ ہر جگہ جوانیاں ہیں گا رہی۔
ہنسی خوشی منا رہی
اور لا رہی ہیں وشومترتا ــــ وشومترتا ــــ"

اس وشومترتا کے باوجود میرا یہ وہلم ذرا جو حل ہوا ہو ــــ روشن

کہہ رہی ہے۔ وہ اوپر زینے پر جاکر بیٹھ گئی ہے اور اس نے سگریٹ سلگا لیا ہے۔ رومینٹک طریقے سے لنگڑاتا ہوا خوبصورت اخبار نویس بِل اس کے پاس جاکر بیٹھ جاتا ہے (پاکستان نے سرکاری طور سے اس میلے میں حصّہ لیا ہے لہٰذا روشن محسوس کرتی ہے کہ وہ ہلکے پھلکے ضمیر کے ساتھ اس مجمع میں ادھر ادھر چل پھر سکتی ہے)

"میں تمہارے متعلق ایک مضمون لکھوں گا۔" "خوبصورت بل" اس سے کہتا ہے۔

"تم بہت دلچسپ ہو ___" وہ اسے غور سے دیکھ کر ہنستی ہے۔

یہ میلے کا آخری دن ہے۔ لوگ جا چکے ہیں۔ سب تھکے ہارے سامان سمیٹ رہے ہیں۔ اور خالی کریٹوں پر چڑھے بیٹھے سارے واقعات پر تبصرہ اور رائے زنی کی جا رہی ہے۔ اتنے میں ایک انگریز مشنری آسمانی بادشاہت کی آمد کی خبر سناتا ہال میں آ پہنچتا ہے۔ ہم سب بے حد خوش اس کے چاروں طرف جمع ہو جاتے ہیں اور زور دار مناظرہ شروع ہوتا ہے۔ میں بڑا راسخ العقیدہ مسلمان ہوں۔ اوجیت کہتا ہے۔ مجھے قائل کرو ___

میں پکی آریہ سماجی ہندو ہوں ___ فیروز کہتی ہے۔ مجھے سمجھاؤ ___

دس سالہ نادرہ مرزا جو اپنے مدرسے کے اسکول سے آئی ہوئی ہے مسئلہ توحید پر اس سے نہایت باضابطہ مناظرہ کر رہی ہے ___ آخر سب ناچتے ہوئے اس کو اپنے گھیرے میں مقید کر لیتے ہیں اور "انٹرنیشنل" شروع کر دیا جاتا ہے۔

قاضی نذر الاسلام پہنچ چکے ہیں۔ ابھی چند ماہ قبل ان کے گیتوں اور موسیقی سے مرتب کر کے ایک خوبصورت پروگرام اسٹیج کیا جا چکا ہے۔ اب ہم اسکالا تھیٹر میں اعلیٰ پیمانے پر ایک ڈرامہ پیش کرنے جا رہے

ہیں۔ ہمارے اسٹریٹ کے ڈاکٹروں کی فیسیں بہت زیادہ ہیں۔ شاید انہیں وی آنا لے جایا جائے۔ ہمیں ان کے لئے بہت سارا روپیہ فراہم کرنا ہے۔ ہم ان کا علاج پوری طرح سے کرا کے رہیں گے۔ نذرل دا مضافات میں ٹھہرے ہیں۔ ان کے ہمراہ ان کی بیمار بیوی اور ساتھیوں کی بہت بڑی پارٹی ہے۔ لیکن وہ کسی سے بات نہیں کرتے۔ ہر سمے گم سم رہتے ہیں۔ ان کا گھر زیارت گاہ بنا ہوا ہے۔ بنگال بھر کے لڑکیاں تو دیوانے ہوئے جا رہے ہیں "ٹیگور کے لئے ہمارے دلوں میں بے پناہ عزت ہے۔ اور نذرل کے لئے بے پناہ محبت "۔ امرت بازار پتریکا کے نمائندے کو بتا رہا ہے ——

یہ "مجلس" والے کیوں اتنے بے حال ہوئے جا رہے ہیں —— قاضی نذرالاسلام تو پاکستانی شاعر ہیں۔" ایک صاحب کہہ رہے ہیں۔

"جی ہاں۔ ہم دوسروں کے کندھوں پر ہی بندوق چھوڑ کر خوش ہو لیتے ہیں ——" میں عرض کرتی ہوں۔

"ہاہاہا —— آپ بھاگ دوڑ ہندوستانی کر رہے ہیں مگر شاعر تو بہرحال پاکستان کا ہے ——"

"جی ہاں کس قدر بجا فرماتے ہیں آپ "۔

"مشرقی بنگال تو بس اپنی جذباتیت میں مارا گیا ——"

"مشرقی بنگال ——؟ جی ہاں۔ یہ بنگال کا مسئلہ بھی صاحب ایک بڑی ٹیڑھی کھیر ہے ——"

بلبل چودھری بھی آئے ہوئے ہیں۔ انہوں نے کہا ہے کہ وہ بھی ہمارے ساتھ تعاون کریں گے۔ وہ ہمارے پروگرام میں اپنا ایک بیلے پیش کر رہے ہیں۔ ان کی پیاری سی پانچ سالہ بچی نرگس رادھا کا ناچ دکھا رہی ہے۔ بلبل

اور ان کے ساتھیوں کو یہاں بہت پریشانیاں اٹھانی پڑیں۔ ان کا ٹور بہت بری طرح فیل ہوا تھا۔ آخر میں ان کے تیس آدمیوں کے ٹروپ کے پاس بالکل پیسے نہ رہے تھے۔ وطن کے ناخداؤں نے جو وہاں تعینات تھے کسی طرح کی مدد نہ کی۔ گو زبانی جمع خرچ بہت تھا۔ پھر بلبل بیمار پڑے اور ہسپتال میں داخل ہو گئے۔ ان کو بہت خراب پریس ملا۔ اور زیادتی یہ ہوئی کہ ہر اخبار نے اپنے ریویو میں "پاکستانی" اور "ہندوستانی" رقص کا موازنہ کر کے یہ سوال کیا کہ ان میں کیا فرق ہے ـــــ حالانکہ فنون لطیفہ اور جمالیات کے سرکاری "ماہرین" بلبل غریب کے متعلق اپنے عجیب و غریب نظریوں سے پریس کی تواضع کرتے رہے تھے۔

کئی مہینے ہم نے مسلسل بھاگ دوڑ اور تیاریوں میں گزارے۔ "نذرل ایڈ کمیٹی" میں ہم نے شری جی بی کھیر اور مرزا ابوالحسن اصفہانی کو اکٹھا کر دیا۔ (کم از کم ان کے نام ساتھ ساتھ ہمارے سرپرستوں کی حیثیت سے پروگرام کی کتاب میں چھپ گئے) ہماری پریذیڈنٹ ہندوستان ٹائمز کی نمائندہ ایلا سین تھیں۔ وائس پریذیڈنٹ وی۔ کے کرشنا مینن اور مسز ڈی۔ این۔ ہیرٹ۔ ان کے علاوہ ہماری اس کمیٹی میں امرت بازار پتریکا کے سندر کباڈی بھی تھے۔ اور ڈان کے نسیم احمد بھی۔ اجتماع ضدین ـــــ نذرل دادا، تمہارا جادو سر چڑھ کر بولا ـــــ! پاکستان سٹوڈنٹس فیڈریشن اور لندن مجلس نے مل جل کر کام کیا۔ اس سے قبل پچھلے سال دونوں جماعتوں نے بڑی دھوم دھام سے ایشین سٹوڈنٹس کانفرنس منعقد کی تھی جس میں عرب اور اسرائیلی طالب علموں کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کر دیا گیا تھا۔

اب ہمارے ذہنوں میں صرف ایک خیال تھا۔ ہم نذرکل داکو اس بیکسی کے عالم میں مرنے نہ دیں گے۔

ہم اپنے پروگرام میں پدما کے سیلاب کی داستان موسیقی اور تمثیل میں پیش کر رہے تھے۔ گھنٹوں ہم رقص، گیتوں اور مکالموں کی ریہرسلیں کرتے۔ اور ایک ایک نکتے پہ بحث کرتے۔ ہماری تمثیل بہترین ہوگی ـــــ ہماری بے تحاشا لمبی چوڑی کاسٹ تھی۔ دھان پھٹکنے والی لڑکیاں، بھٹیالی گانے والے، سیلاب کی تباہی میں خزاں کے پتوں کی طرح بہتے اور ڈوبتے ہوئے گاؤں کے باسی، سرکاری لنگر خانے کے سامنے کھڑے ہوئے بھوکے پناہ گزینوں کی قطاریں۔

"افوہ کس قدر SORDID ـــــ" رومینٹک بل نے نیم تاریک اور سنسان اوڈیٹوریم کی ایک کرسی پر نیم دراز سامنے روشن اسٹیج پر ایک ریہرسل دیکھتے ہوئے کہا ـــــ "تم لوگ ٹریجڈی میں GLOAT کرتے ہو۔"

"موت سے ہماری بہت پرانی دوستی ہے خوبصورت بل ـــــ" میں نے اسکرپٹ کے کاغذات ایک طرف کو ڈال کر فرش پر اس کے نزدیک بیٹھتے ہوئے کہا۔ "ہماری پوری نسل تو گویا صریحاً عاشق ہے موت پر ـــــ تم تو باہر کے دشمنوں سے لڑتے تھے۔ تو ابھی چند سال ہوئے ہمارے گھر کے آنگن میں ایک خونریز جنگ ہوئی تھی۔ اور وہ جنگ بہت سارے محاذوں پر اب تک جاری ہے اور روز بروز زور پکڑتی جا رہی ہے۔ یہ سامنے والی ٹریجڈی تو ہمارے لئے گویا روزمرہ کے معمولی واقعات ہیں۔ بہت سوں کو تو اس کا احساس تک نہیں ہے ـــــ" میں نے ترش روئی سے کہا۔

"اور بہت ممکن ہے ابھی جس وقت میں تم سے یہ باتیں کر رہی ہوں یہ

سیلاب کا منظر مشرقی بنگال میں سچ مچ لوگوں کو نظر آرہا ہو ـــــ یا آنے والا ہو ـــــ"

چھن چھن کرتے بلبل کے ٹروپ کے افراد اِدھر اُدھر آجا رہے تھے۔

"سیلاب کے منظر میں سرریلزم چلاؤ تھوڑی سی ـــــ" اسٹیج کی مہ دلپس کے انبار میں سے سر نکال کر آمینہ نے آواز دی۔

سرریلزم چلائی گئی۔ ڈرامہ پروڈکشن کی ساری جدید ترین تکنیک نہایت زوروں میں ہر طرف استعمال کی جارہی تھی۔ پیچھے گیلری میں پاکستان کے کمرشل آرٹسٹ کی کوئل کی سی آواز والی بیگم فریدہ حسن لڑکیوں کو دھان پھٹکنے والے ایک گیت کی ریہرسل کرا رہی تھیں۔

ـــــ بیلا نائی رے جولدی جولدی ـــــ بیلا نائی ـــــ

ہم تکان سے چور چور ہو جاتے لیکن کام میں جٹے رہتے۔

بالآخر وہ "دن" آپہنچا۔ گرین روم کی گہما گہمی، آخری منٹوں کی گھبراہٹ، کاسٹ کے افراد کی طرف سے فکر، جانے کون کہاں پر کوئی بات ڈلر کر دے۔ ویسٹ اینڈ کی پروفیشنل اسٹیج کے مشہور افراد کو ہم نے مدعو کیا تھا۔ بار بار گھبرا کر ہماری نظریں پریس والوں کی طرف اٹھتیں۔ جو ایک قطار میں بیٹھے بڑے انہماک سے ہمیں دیکھ رہے تھے۔ ہم اس شہر کے پریس کے نقادوں، وہاں کے آڈینس اور اس کے ردِ عمل کے عادی تھے۔ ہمیں ہمیشہ معلوم رہتا تھا کہ کل صبح مانچسٹر گارجین اور ڈیلی اسٹیج میں ہمارے متعلق الگ الگ، کس طرح کے ریویو شائع ہوں گے۔

انٹرول کے دوران میں، گرین روم میں بہت سے لوگ آ گئے، تعریفیں،

لہ میکنیکل طور پر غالباً اسے TRAGIC IRONY کہتے ہیں۔

تنقیدیں، سب دیواروں سے لگے ہوئے سرخ صوفوں پر اِدھر اُدھر بیٹھ گئے ۔۔۔ دھان پھٹکنے والی لڑکیوں کا گروہ بالوں میں پھول اڑسے سنتھال طرز کے جُوڑے بنائے سامنے سے گزرا ۔

"یہ سب بنگالی ہندو لڑکیاں ہیں ۔۔۔؟" ایک لبرل اخبار کے نمائندے نے کیمرہ سنبھالتے ہوئے مجھ سے سوال کیا ۔

"بنگالی ہندو ۔۔۔؟ نہیں ۔۔۔ وہ سنتھال لڑکی جو جا رہی ہے وہ فیروزہ جبیں ہے ۔ اتر پردیش میں رہتی ہے ۔ اور وہ دوسری خوبصورت کسان لڑکی میری چچا زاد بہن عذرا حیدر ہیں ۔ ادھر والی کانی پوری رقاصہ ایسی خاتون شیلا دیوی ہیں یہ پنجاب کی باشندہ ہیں ۔"

"ہاؤ فیسی نیٹنگ ۔۔۔" نمائندے نے بڑے صدق دل سے کہا ۔ اور اپنی نوٹ بک پر جھک گیا ۔

"دیکھو ۔۔۔ ایک اور بات مجھے پریشان کر رہی ہے ۔" اس نے پیشانی پر بل ڈالتے ہوئے کہا ۔ "دیکھو تم ہو تو ان ہی لوگوں میں سے لیکن آج کل میری برادری سے تعلق رکھتی ہو لہٰذا مجھے کسی "اینگل" سے کوئی "اسٹوری" نہ دینا ۔ بالکل سچ سچ بتاؤ ۔۔۔"

"منظور ۔۔۔ آخر ہم اور تم ایک ہی "چوروں کے باورچی خانے" میں بیٹھتے ہیں ۔۔۔ پوچھو ۔۔۔" میں نے کہا ۔

وہ ہنس پڑا ۔ پھر دوسرے لمحے اس نے سنجیدگی سے اپنی پیشانی پر ہاتھ پھیرا ۔۔۔ "میں ۔۔۔ میں دراصل تم دونوں قوموں کو اس طرح یک جا دیکھ کر بے حد پریشان ہوں ۔۔۔ صبح سے شام تک میری ساری زندگی تو تمہارے سیاسی جھگڑوں اور جنگوں اور خونریزیوں کی خبریں چھاپتے

چھاپتے گزرتی جارہی ہے ـــــ اور اب یہ کیا سلسلہ ہے ـــــ تم ہمیں بے وقوف تو نہیں بنا رہی ہو ـــــ تم ایک سا لباس پہنے، ایک موسیقی کی آہنگ پر ایک سے گیت گا رہے ہو ـــــ یہ کون سا نیا اسٹنٹ ہے ـــــ ہیں؟"

"رابرٹ صاحب ـــــ" میں نے منہ لٹکا کر جواب دیا۔" اسے تم تو بس سٹنٹ ہی سمجھو۔"

"مگر سنو تو ـــــ"

"اچھا اب تم باہر جاؤ۔ ـــــ دیکھو اگلا ایکٹ شروع ہونے والا ہے ـــــ" میں نے کہا۔

"پتہ نہیں اگلا ایکٹ کیا ہوتا ہے ـــــ" اس نے غیر یقینی لہجے کے ساتھ رنجیدہ آواز میں کہا۔

" مجھے خود پتہ نہیں ـــــ" میں نے صوفے پر سے اٹھتے ہوئے اداسی سے جواب دیا۔ مجھے اگلے ایکٹ کے متعلق ہمیشہ ڈر لگا رہتا ہے۔"

دروازے میں پہنچ کر وہ پھر ٹھٹھکا ـــــ "ایک بات اور ـــــ" اس نے مڑ کر کہا ـــــ

"خدا کے لئے ـــــ بوب، اب باہر جاؤ ـــــ"

"صرف ایک آخری سوال اور ـــــ"

"مجھے معلوم ہے ـــــ" میں نے جھنجھلا کر اس کی بات کاٹی ـــــ "اب تم پوچھو گے کہ ببلی چودھری اور رام گوپال کے آرٹ میں کیا فرق ہے ـــــ خدارا ـــــ" میں نے گرین روم کا دروازہ بند کر لیا۔ اور ونگ میں جا کر اپنے کیو کے انتظار میں مصروف ہو گئی۔

دھان کے پھٹکنے اور ساون کی بارش کی صداؤں کے ساتھ ساتھ فریدہ کی حسین آواز رفتہ رفتہ اونچی ہوتی گئی۔

—— بیلا نائی رے جولدی جولدی ——

وقت نہیں ہے جلدی کرو

او بیلا شونار کونرا ونچل دھوئی را

سنہری کنیا کا آنچل پکڑ کر دن ڈوب رہا ہے۔

جادو کاٹھی ہاتھے لوٹی یا آئی لورایت بوجھی

بیلا نائی رے جولدی جولدی ——

بیلا نائی ——

وقت نہیں ہے۔ جلدی کرو۔ جلدی کرو ——

وقت نہیں ہے ——

لوگوں کو دیکھو —— ان کے چہرے کتنے کریہہ ہیں۔ یہ کتنے بدصورت ہیں۔ ان سے بھاگو —— بھاگو —— اب میں کس اور جاؤں۔ میرے دشمن، میرے دوست میں نے انہیں راستے کے کس موڑ پر بیٹھا چھوڑ دیا۔ جھیل کے پار، ندی کے پار، سمندر کے پار، وہاں کیا ہے —— ہم نے ٹکٹ تو جنوبی ممالک کا لیا ہے پر کیا تمہیں یقین ہے جہاز والوں نے، گائیڈ نے، جو کچھ بتا دیا وہی ٹھیک ہے —— یہ میں ہوں۔ یہ تم ہو۔ یہ باقی سب میرا پروجیکشن ہے۔ یہ مستقل "میں" —— سامنے سرخ چھت کا چیپل ہے۔ اور اس میں گھنٹیاں بج رہی ہیں۔ یہاں کس کی شادی ہے —— ؟ بہار آگئی ہے۔ پگ ڈنڈیوں پر پھول جھک آئے ہیں۔ ابھی

وہ دونوں نہیں پہنچے جن کا بیاہ ہوگا۔

چلتے چلتے میرے پاؤں بھی جل گئے۔ اس نے رنج سے اپنے پیروں کو دیکھا۔ ایک سوتا ہوا چاند برٹسٹس گارڈن کے اوپر ڈول رہا تھا۔ وہ سرحد عبور کر کے ہنستے ہوئے سالزبورگ میں داخل ہو گئے۔ یونہی خوشی سے ادہر ادہر گھومتے ہوئے وہ ایک چھوٹے سے سینما ہاؤس میں پہنچے جہاں ایک بیس سال پرانا فلم چل رہا تھا۔ بیس سال پرانا فلم دیکھ کر وہ بہت خوش ہوئے۔ باہر آ کر وہ ایک اور سرائے میں جا کر بیٹھ گئے۔ وہ اپنی ٹانگیں کرسی پر رکھ کر دریچے سے باہر دیکھنے لگی۔ ایپرن سے ہاتھ پونچھتا خوش مزاج دھندلی آنکھوں والا بوڑھا ان کے سامنے آیا۔۔

یہ ـــــ یہ مہاراجہ گوالیار کا خاندان ہے۔ وہ سب خوب ہنسے یہ مہاراجہ کی بہو ہے۔ میں ہز ہائی نس دی پرنس شمشیر جنگ بہادر رانا ہوں۔ انہوں نے کاغذ پر اپنے نام اکٹھے کر کے لکھے۔ ہمارے لئے بہترین کھانا تیار کرو ـــــ میں لیڈی ویرونیکا آگسٹس جان ہوں۔ (روشن۔ روشن۔ خوش رہو۔ خوش نظر آؤ۔ خوبصورت لڑکیوں کو صرف خوش رہنا چاہیئے)

وقت نہیں ہے۔ وقت نہیں ہے۔

(ہلو ـــــ بھائی جان ـــــ دفعتاً دروازہ کھلا اور زرد ڈرین پائپ پتلون ہاتھوں میں پھول سنبھالے ایک غیر معمولی طور پر حسین لڑکی ان کی میز کی طرف آئی ـــــ بھائی جان آپ کا تار مجھے آج ہی صبح ملا۔

آپ ـــــ کون ہیں ـــــ روشن نے پوچھا۔

یہ ـــــ میری ـــــ کزن ـــــ ہیں ـــــ شاہ رخ سلطانہ۔

پیرس میں ڈاکٹری پڑھتی ہیں۔ اس نے جواب دیا۔

تسلیمات —
اسلام علیکم —
بھائی جان آپ کے لئے کافی بناؤں —
ضرور بناؤ —
بھائی جان یہ کون تھیں۔ روشن کے باہر جانے کے بعد نووارد لڑکی نے دریافت کیا۔
یہ — ان کو بھی میری کزن ہی سمجھو —!
ہائے اللہ — آپ کتنے مذاقیہ ہیں —
تسلیم، تسلیم!!
پر یہ کافی مغرور سی تھی —
نہیں مغرور تو نہیں۔ مگر ہائی برو ضرورت سے کہیں زیادہ ہیں۔ گرٹن کالج کیمبرج۔ منتخب ترین انٹرنیشنلسٹ سے ملاقات۔ اسٹوڈیو فلیٹ کی رہائش جانتی ہو تم یہ ٹائپ۔ اس نے پائپ سلگاتے ہوئے کہا — ہمارے یہاں یہ ٹائپ بہت کمیاب ہے۔
ہائے اللہ — کس قدر دلچسپ —! شاہ رخ سلطانہ نے مسرت سے کہا۔
بیٹھو شاہ رخ — کہاں بھاگی جاتی ہو —
وہ بالکل کسی سحر کے زیر اثر دریچے میں بیٹھی رہی۔
— اس نے ایک گہری، تھکی ہوئی انگڑائی لی۔ یہ سالزبورگ ہے۔ اور مئی کا مہینہ — شاہ رخ — میں تمہیں ایک روز اپنی کہانی سناؤں گا۔" اس نے کہا۔،

وقت نکلا جا رہا ہے۔ جلدی کرو۔

بھاگو۔ بھاگو۔ بھاگو۔

باہر ایک امریکن مشنری اس کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا۔ درختوں کے نیچے کرسیاں پڑی تھیں اور گلی کی پرانی محراب کے اندھیرے میں کوئی اکارڈین بجا رہا تھا۔ سڑک کی دیوار پر بیٹھے بیٹھے اس نے بڑے اخلاق اور مسرت سے ہاتھ مشنری کی طرف بڑھایا۔ "ہاؤ ڈو یو ڈو۔؟" اس نے کہا۔

"کیا تمہیں اپنی روح بچانی ہے ——؟" مشنری نے بے اندازہ اہمیت اور رازداری کے لہجے میں سوال کیا۔

(اگر آپ کو مضبوط جوتے بنوانے ہوں تو ہماری فرم میں تشریف لائیے)

"امریکن ——؟" اس نے پوچھا۔

"ہاں۔ مجھے پیٹر کہتے ہیں۔"

"بیٹھ جاؤ پیٹر —— کہو اچھے تو ہو۔"

"تھینکس۔ میں یہاں چھتیس گڑھ جا رہا ہوں۔ ہم نے وہاں ایک نیا مشن قائم کیا ہے۔" پیٹر نے آسمانی خوشی سے بے حال ہو کر بتایا۔

"میں پرنسٹن میں پڑھتا تھا۔"

"ہاؤ ونڈرفل۔"

"میں پروفیشنل بیس بال کا کھلاڑی بننے کی ٹریننگ لے رہا تھا۔ جب میں نے دفعتاً کال سن لی۔"

"کیا سن لی۔؟"

"کال"

"تمہیں ایک بات بتاؤں پیٹر۔ میں نے بھی کال سن لی ہے"۔ اس نے سوچتے ہوئے کہا۔

"یہ تو خداوند خدا کی بڑی مہربانی ہے۔ کب سنی؟" پیٹر نے دلی مسرت کے ساتھ پوچھا۔

"ابھی ابھی ـــــ چند منٹ پہلے۔ تقریباً نو بج کے پندرہ منٹ پر ـــ" اس نے گھڑی دیکھی ـــ "یا شاید نو بج کے بارہ منٹ تھے ـــ ٹھیک سے یاد نہیں ـــ" اس نے سڑک کی دوسری طرف سرائے کے جگمگاتے دریچے کی اور نظر اٹھائی۔ اور پھر اس نے ہنس کے امریکن مشنری کو دیکھا۔ وہ بے وقوفوں کی طرح منہ کھولے اسے تکتا رہا۔

سوتا ہوا چاند تیرتا تیرتا دریچے کے عین سامنے آکر ٹھہر گیا۔ اور اس کی روشنی سے سنسان کمرہ دفعتاً جھلملا اٹھا۔ برابر کے اسٹوڈیو میں زنگا ناتھن مردنگ بجا رہے تھے۔ براؤن بالوں، چمپئی رنگت اور ترچھی آنکھوں والے دونوں ڈچ انڈونیزین لڑکے جو رآم کے ٹروپ میں شامل تھے، ناچ کے بعد لکڑی کے فرش پر کاہلی سے آنکھیں بند کئے بیٹھے تھے۔

میں دریچے میں یوں بیٹھی تھی جیسے کسی نے چوہے کو سیسہ پلا دیا ہو۔

"ـــــ ہائے اللہ آپ کتنا عمدہ گاتے ہیں۔

ـــــ ہائے اللہ اسکینگ کا لباس آپ پر کتنا سجتا ہے۔

ـــــ ہائے اللہ آپ ـــ"

فیروزہ دوسرے دریچے میں بیٹھی جانے کا ہے کی نقل کر رہی تھی۔ میں نے کاہلی سے ایک آنکھ کھول کر اسے دیکھا۔

برج باسیوں میں شیام

برج باسیوں میں شیام بنسری بجائے جا بجائے جا۔

میں نے یک لخت الاپنا شروع کر دیا۔

"پھر بے وقت کی راگنی —" اس نے غصے سے مجھے دیکھا۔

"روشن آئی ہے —" نرگیش نے دریچے میں سے اندر جھانک کر اطلاع دی۔

ہوا میں پھولوں کی مہک اڑ رہی ہے اور یہ مئی کا مہینہ ہے۔ ہم اس اندھیرے کمرے میں حسب معمول اُلوؤں کی طرح بیٹھے بول رہے ہیں۔

"آؤ بہن روشن تم بھی آؤ —" میں نے اسے صدق دل سے خوش آمدید کہا۔

تم لوگ — اس نے شک و شبے کی نظروں سے ہمیں دیکھا — تم نے مجھے کیوں چھوڑ دیا —؟ لوگوں کے چہرے کریہہ ہیں۔ یہ کتنے بدصورت ہیں — میں چاروں اور گھومتی ہوں کہیں جگہ تلاش کر سکوں جہاں بیٹھ کر روؤں۔

وہ لکڑی کے فرش پر بکھرے ہوئے سازوں کے قریب بیٹھ گئی۔

"تم ابھی کونسا گانا گا رہی تھیں۔؟" اس نے پوچھا۔

"یونہی۔ بکواس تھی۔ لکھنؤ ریڈیو کا ایک پرانا گیت —"

"مجھے وہ گیت سناؤ —" اس نے کہا۔

"میری تمام سرگزشت کھوئے ہوؤں کی جستجو —؟"

میں نے فرش پر چاروں طرف ناچتے ہوئے اس سے سوال کیا۔

"تم لوگ — تم اتنے مغرور کیوں ہو —؟" وہ زور سے چیخی۔
گلی کی نیم تاریک محراب میں سے نکل کر گزرتی ہوئی کملا دریچے کے پاس آئی —
"ٹھہرو روشن میں تمہیں ایک گیت سناؤں گی۔ گندھرو وید کا سام گیت — رنگا نا تھن —" ناچتے ناچتے رک کر میں نے آواز دی۔
"مردِ نگم اور زور زور سے بجاؤ۔"
"تم روتی کیوں نہیں —" کملا نے روشن کے قریب آ کر اسے غور سے دیکھا — "کیا ایسا نہیں ہوتا کہ جب لوگ انہیں چھوڑ کر آگے چلے جاتے ہیں تو لڑکیاں روتی ہیں؟" — اس نے اداسی سے سوال کیا۔
"دیکھو —" روشن نے کملا کو مخاطب کیا ——
"پورے چار سال تک میں ایک گھر بنانے میں جٹی رہی۔ اسے میں نے جھالر دار سفید پردوں اور نیلے اور زرد پھولوں سے سجایا تھا۔ اس میں ٹھنڈی سٹیل پاٹیاں تھیں اور سرِل کی بنائی ہوئی تصویریں۔ ناروے اور تبت کے مناظر جو کنول کرشن نے تیار کئے تھے۔ میرے خدا کو چاہیے تھا کہ وہ مجھے اس میں رہنے دیتا۔ یہ کتنی چھوٹی سی، حقیر سی چیز تھی۔ لیکن ٹھیک نو بج کر پندرہ منٹ پر وہ گھر ٹوٹ کر زمین پر آ رہا۔"
"کاہے — کیسے —؟" میں نے پوچھا۔
"میں نے اسے خود توڑ دیا۔ میں نے زور سے اسے ایک ٹھوکر لگائی اور ارا ارا ارا — وہ ایک دم نیچے آن گرا۔ سٹیل پاٹیاں۔ سفید باورچی خانے کا سارا سامان۔ اچار کے مرتبان۔ سب چیزیں چھن سے ختم ہو گئیں۔ اب میں بڑی بے فکر ہوں۔ اب میں آرام سے سویا کروں گی —

اور کوئی گھر نہ بناؤنگی۔ اللہ حافظ ـــــ" وہ دروازے کی طرف بڑھی ـــ

"اب میں تمہارے بدصورت اداس، اجاڑ مکانوں میں رہا کروں گی ـــ"

ڈچ انڈونیشین لڑکے ایک جمائی لے کر دریچے میں جا کھڑے ہوئے۔

"میں نے اس گھر کے ٹیلی فون کا تار بھی کاٹ دیا ہے ـــ" چلتے چلتے اس نے دروازے کے پردے میں سے سر نکال کر کہا اور زینے کی طرف مڑ گئی۔

سامنے آتش دان پر ایک میوزیکل باکس رکھا تھا۔ ایک چارخانے دار کپڑے کا مجلّد البم۔ ایک چھوٹی سی رابرٹ برنز کی کتاب۔ بہت سارے پکچر پوسٹ کارڈ۔ کیا ایسا ہوگا کہ ایک روز میں بھی ان چیزوں کو اٹھا کر کھڑکی سے باہر پھینک دوں گی۔ میں نے دریچے میں آکر سوچا۔ باہر بے پایاں اندھیرا ہے۔ اور اندھیرا مہربان ہے ۔ اور اندھیرا ہمارے ہر دکھ ہر اداسی، ہر شکست کو اپنے میں سمیٹ لیتا ہے۔ کیونکہ آخر میں ہم خود اس بے پایاں اندھیرے میں داخل ہو جاتے ہیں۔

گو ہمیں اس طرح کبھی نہ مرنا چاہیئے۔

روشن ـــــ روشن ـــــ

"ہلو ـــ" فیروز نے دریچے میں سے اندر جھانک کر بڑی گرمجوشی سے کہا۔

"تم کہاں چلی گئی تھیں؟"

"میں دھوبن کے یہاں گئی تھی۔"

"بہت اچھا کیا تھا۔" میں نے جواب دیا۔

"اب ان کا ـــــ بھائی عامر کا کیا کیا جائے ـــــ؟" اس نے فکرمندی سے پوچھا۔

"ان کو فریم کروا کے، روشن جہاں بیگم سے کہو کہ اپنے گلے میں پہن

لیں ـــــ" میں نے یک لخت جھنجھلا کر کہا۔

"ڈارلنگ ـــــ کافی میں تم نے پھر کتھا گھول دیا ـــــ" اسٹوو کے پاس کملا چلائی۔

"تم سے کس نے کہا ہے کہ بکری کی طرح ہر وقت پان چبایا کرو۔" میں نے گرم رخ کر جواب دیا۔" سارے میں پاندان کے لوازمات بکھرے ہوئے ہیں۔"

"ڈارلنگ ـــــ سرکھیا نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے خبر سنائی۔

" ساجدہ آپا آن پہنچی ہیں ـــــ"

اب میری جان بالکل نکل گئی۔

" نیچے گیلری میں کھڑی وہ پوچھ رہی ہیں کہ اپنا افسانہ وہ کب تک لکھ کر لائیں" ـــــ" یہ کون نیا ریکٹ چلایا ہے تم نے ـــــ؟" کملا نے غصے سے مطالبہ کیا۔

" دراصل ـــــ دراصل کملا ـــــ پچھلے دنوں میں ان کی رائے گوپال بنی ہوئی تھی۔ انہوں نے مجھے خبردار کیا تھا۔ کہ وہ اپنے تاثرات پر ایک افسانہ لکھنے جا رہی ہیں ـــــ تو ـــــ میں نے ـــــ ان سے کہا تھا کہ میں اسے کسی اردو رسالے میں چھپنے کے لئے بھجوا دوں گی ـــــ" میں نے سہمی ہوئی آواز میں کہا۔

" بہرحال۔ اب وہ سرحد عبور کر کے یہاں موجود ہیں۔ غالباً مع افسانے کے ـــــ" فیروز نے دروازے میں سے جھانک کر باہر دیکھا۔

" از برائے خدا ان سے کہہ دو کہ مجھ پر اپنڈی سائٹس کا حملہ ہوا ہے اور مجھے ہسپتال لے گئے ہیں ـــــ میں نے کونے میں دبک کر کہا۔

" ادھر آؤ تم سب ـــــ" گیلری میں سے نرگیش نے آواز دی۔ ہم

خالی اسٹوڈیو میں سے نکلتے سریکھا کے ریہرسل روم میں آ گئے۔ ساجدہ بہن ایک سیٹی پر بیٹھی تھیں۔

"السلام علیکم پیاری بہن ـــ" انہوں نے گرم جوشی سے کہا۔

"وعلیکم السلام پیاری بہن ـــ بٹیا قبیس کس حال میں ہے۔

اور شیر لوہے کے جال میں ہے ـــ" میں نے ہاتھ ہوا میں ہلا کر نعرہ لگایا۔

"ہائے تم بس ہر وقت مذاق کرتی ہو ـــ" انہوں نے کہا۔

"اب اپنا افسانہ پڑھ کر بھی سناؤ گی ساجدہ بہن؟ ـــ" میں نے آنے والے خطرے کا اندازہ لگایا۔

"آہ ـــ یہ کچھ یادیں ہیں میرے انگلستان کے زمانۂ قیام کی ـــ" پرس میں سے کاغذات نکالتے ہوئے انہوں نے نہایت انکساری سے کہا۔

"جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے ساجدہ بہن تم کسی بین الاقوامی کانفرنس کے لئے یورپ تشریف لائی تھیں ـــ" میں نے بور ہو کر کہا۔

"تم ڈین ہاگ گئی تھیں نا ـــ وہاں ـــ"

"نہیں ـــ کوپن ہاگن ـــ جہاں ڈنمارک کی بی بی سی ہے ـــ" فیروزہ نے چپکے سے میری بات کاٹی۔ میں نے پلٹ کر کھا جانے والی نظروں سے اسے دیکھا۔

"تم تو مجھے سمجھتی ہو نا ـــ" ساجدہ آپا نے میری سنی ان سنی کر کے اپنی بات جاری رکھی۔

"آج کل تو میری ساری زندگی دوسروں کو سمجھنے اور سمجھانے میں گزر رہی ہے ـــ جی ہاں میں آپ کو بھی خوب سمجھتی ہوں ـــ"

"تو ساجدہ بہن کافی پیو ـــ" فیروزہ نے مہمان نوازی شروع کی۔

"ہرگز نہ پینا اس میں کتھا گھلا ہے —" کملا نے آگاہ کیا۔

" اجی کتھا ہو یا نہ ہو کیا فرق پڑتا ہے — دنیا کی ہر چیز فراڈ ہے —

— فراڈ ہے —" فیروز نے سخت فلسفیانہ انداز سے کہا۔

مجھے غصہ آگیا — میں آتش دان کے پاس جا کھڑی ہوئی اور ہوا میں

ہاتھ ہلا کر میں نے کہنا شروع کیا۔

"میز ہل جائے گی اور کافی چھلک جائے گی مجھے معلوم ہے دوست

میز میں پیر لگا، میز کو جھٹکا سا محسوس ہوا

ہل گئی میز تو کافی چھلکی، کافی چھلکی تو، مگر گر نہ سکی

میز کا فعل عبث

یا

مرا فعل عبث

دونوں میں کوئی نہیں کچھ بھی نہیں

× × × × × × × × ×

گھور کر دیکھ نہ یوں دوست مجھے

بدتمیزی سے بہت دور رہا کرتا ہوں

اتفاقات کے یہ گہرے نکات

میز تو میز ہے گردوں کو ہلا دیتے ہیں

اور سیارے چھلک جاتے ہیں

ایسے ہی جیسے کہ کافی چھلکے

ساجدہ بہت خوش ہوئیں۔" اس کا عنوان کیا ہے —؟" انہوں نے پوچھا۔

"فراڈ — ہی سمجھ لو — یہ کرشنا کے میاں کی تازہ ترین تصنیف ہے۔"

"فیراڈ ـــــ؟"

"ہاں جیسے انگریزی میں FRAUD کہتے ہیں۔"

"لرڈ کیو ـــ" نرگیش نے آواز دی ـــ "لو یہ ایک کھرا آیا ہے ـــ"

"اب کیا ہوا ـــــ؟"

"مدتیں گزریں کہیں پر طالب علموں کی کوئی بین الاقوامی کانفرنس ہوئی تھی انہوں نے "پلانٹرز وائف" میں کیوں کام کیا ـــ جانے کہاں کہاں سے ہوتا اس وقت یہ یہاں پہنچا ہے۔"

"ٹھیک نو بج کر پندرہ منٹ پر ـــ" میں نے گھڑی دیکھی جو بند ہو چکی تھی۔

"کیا چنڈو خانہ ہے ـــ" فیروزہ نے خفگی سے کہا۔

"سر یکھا دیوی سے ملاقات ہو سکتی ؟" ساجدہ نے سیٹی پر سے اٹھتے ہوئے کہا۔ انہوں نے فون پر مجھ سے اسی وقت کا اپوائینٹ منٹ کیا تھا ـــ"

سریکھا دوسرے کمرے میں ڈچ انڈونیزین لڑکوں کو ریہرسل کرا رہی تھی۔

"تم اپنے حواس میں ہو ـــ یہ تم لوگوں کو ملاقات کے وقت کب سے دینے لگیں۔"

"میں ایک BIG SHOT ہوں۔" اس نے ناچ کی دھن پر پھرکی کی طرح گھوم کر انتہائی کمینے پن سے کہا۔

"اچھا ـــ آئندہ ہفتے میں مواُیر اشیر رکا انٹرویو کرنے جا رہی ہوں۔ ہرگز جو میں "اسٹوری" میں تمہارا موازنہ اس سے کروں ـــ اپوائینٹ منٹ فرماتی ہیں لوگوں سے۔ اور پھر گھنٹہ بھر بیٹھ کر افسانہ مجھے سننا پڑتا ہے ـــ"

"روشن کو تم نے کہاں غائب کر دیا ـــ"

"مجھے کیا معلوم میں ہر سمے اس کے پیچھے پیچھے تو نہیں پھر سکتی۔"

"تم سخت کمینی قسم کی بلی ہو۔"

"تم خود ایک ـــــ"

"سریکھا دیوی ـــــ آپ کیوں خفا ہو رہی ہیں ـــــ" ایک ڈچ انڈونیزین لڑکے نے ادب سے قریب آکر فرانسیسی میں پوچھا۔

"آرٹسٹک ٹمپرامنٹ ـــــ" وہ ناچتے ناچتے دوسری طرف گھوم گئی۔

"ہائے کس قدر دلچسپ ـــــ" ساجدہ بہن نے دروازے میں پہنچتے ہوئے کہا۔

"میری ہمیشہ سے تمنا تھی کہ بیک اسٹیج زندگی دیکھوں۔"

"کیا ذلیل تمنا تھی ـــــ" میں نے غصہ سے دانت پیستے ہوئے اپنے دل میں کہا۔

"نمستے جی" ـــــ سریکھا نے بے حد سنجیدگی سے ساجدہ کے قریب آکر کہا۔ "کیا آپ آر۔اے۔ڈی۔اے میں داخلہ چاہتی ہیں ـــــ؟ میں آپ کی کیا خدمت کرسکتی ہوں ـــــ" اس نے فوراً انٹرویو دینے والا لہجہ اختیار کیا۔

"کمینی بلی ـــــ" میں نے دل میں کہا ـــــ "نہیں ـــــ یہ دراصل ہمارے یہاں کی ایک نہایت ہونہار نوجوان افسانہ نویس خاتون ہیں آج کل یہ کہانیاں لکھ رہی ہیں۔ اس کے بعد کرتن جائیں گی وہاں پر بھی بڑی ممکنات ہیں ـــــ" میں نے بآواز بلند باضابطہ تعارف کرایا۔

"تمہاری رائے نے سب کا پٹرا کر دیا ـــــ ساجدہ آپا کے جانے کے بعد کملا نے مجھ سے کہا۔

"ایں ـــــ؟"

"ہاں ـــــ مثلاً اگر تم نے ساجدہ بہن کو رائے نہ دی ہوتی کہ وہ قوم کی لیڈری چھوڑ کر افسانہ نگاری پر اتر آئیں تو کیا ہوتا ـــــ؟"

"تو وہ قوم کی لیڈر رہی ہوتیں ـــــ" میں نے اطمینان سے جواب دیا۔

"لیکن اب وہ INSPIRATION کی تلاش میں رومینٹک جنگلوں میں گھومتی ہیں ـــــ" فیروز نے کہا۔

"جنگلوں میں ۔۔۔؟" کملا نے پوچھا۔

"ہاں جنگل یعنی وو ڈلینڈ ۔۔۔" فیروزنے کہا۔

"سینٹ جانز ووڈ لینڈ ۔۔۔؟" میں نے سوال کیا۔

"کمینے پن پر مت اترو ۔۔۔" فیروز نے کہا۔

"دراصل سینٹ جانز ووڈ کے اسٹوڈیو فلیٹس میں تبدیل شدہ فیشن ایبل اصطبلوں اور کلاکاروں کی صحبت نے ان کی نفسیات پر بہت پریشان کن اثر ڈالا ہے۔ اور مجھے آثار یہ نظر آتے ہیں کہ اب کافی عرصے تک وہ ان تاثرات کی جگالی میں مصروف رہیں گی۔" میں نے عرض کی۔

"اور دوسری بات یہ ۔۔۔" کملا نے ناراضی سے کہا۔" کہ اگر تم نے روشن کو کوئی سیدھا راستہ دکھایا ہوتا تو کب کی گھر واپس جا کر کسی ٹھکانے کے آدمی سے بیاہ کر لیتی ۔۔۔"

"وہ لامحالہ گھر واپس جا کر کسی ٹھکانے کے آدمی سے بیاہ کرے گی۔ اطمینان رکھو:۔

ارے جب میاں بنرے باگوں میں آئے

۔۔۔ مالی بھئے اگوانی ۔۔۔ باجے بلجے مرونگ"

میں نے انڈونیزین ڈھول اٹھاتے ہوئے الاپنا شروع کیا۔

"چپ رہو ۔۔۔" کملا نے کہا۔

اور تیسری بات یہ کہ اگر بھائی عامر راجہ گوپی چند ہی بنے رہنا چاہتے ہیں تو اس میں میں یا تم کیا مدد کر سکتے ہیں ۔۔۔" میں نے لکڑی کے فرش پر ادھر ادھر ناچتے ہوئے کہا۔" ہر اسمندر گوپی چند ر بولو مچھلی کتنا پانی ۔۔۔"

"ایں ۔۔۔ یہ تو کوئی کھیل تھا" ۔۔۔ کملا نے کہا ۔۔۔

"۔۔۔ ہاں ۔۔۔ جو ہم کالے پانی میں کھیلا کرتے تھے۔" میں نے اس کی بات

کاٹی ۔۔۔" اور کاش واقعی روشن بھائی عامر کے چکر میں گھومنے کے بجائے ہماری سائیکوانالسس کو ڈالتی تو زیادہ اچھا ہوتا ۔۔۔

کملا فرش کے وسط میں، کھڑکی میں سے جھانکتے ہوئے چاند کے مقابل میں آکر کھڑی ہو گئی اور ہاتھ بلند کر کے اس نے گرج کر مجھے مخاطب کیا ۔۔۔

دیکھ تو بور نہ کر
ورنہ میں اٹھ کر چلا جاؤں گا محفل سے تری
اور پھر لوٹ کر آؤں گا ابھی
اور خود بور کروں گا تجھ کو

"ع تم نے اقلیدس و الجبرا پڑھا تو ہو گا ۔۔" میں نے عرض کرنا شروع کیا۔

"اور میں صرف یہ معلوم کرنا چاہتی ہوں کہ یہ سارا اسرار ہے کیا" ۔۔۔ سریکھا نے ریہرسل روم میں سے آتے ہوئے سوال کیا۔

"محض یہ کہ میاں عامر رضا پچھلے کئی سال سے روشن بٹیا کو یہ بتلا رہے ہیں کہ ان کو ہر ویک اینڈ پہ پیرس بوجہ انتہائی ضروری سرکاری کام کے جانا پڑتا ہے ۔"

"ارے ہائے" ۔۔۔ سریکھا نے ناچتے ہوئے کہا ۔۔ "ادھر پیرس میں کزن شاہ رخ سلطان ڈاکٹری پڑھتی ہیں ۔۔۔ ہا خوب ۔۔" اس نے زور سے سیٹی بجائی۔

"ع اتفاقات کے یہ گہرے نکات ۔۔" میں نے دوبارہ عرض کی ۔

"میں دھوبن کے یہاں جا رہی ہوں" فیروز نے دریچے میں سے باہر گلی میں کودتے ہوئے اطلاع دی ۔

"ضرور جاؤ ۔۔۔ خدا مبارک کرے" کورس ہوا ۔

جاڑے آئے اور برف سے راستے سفید ہو گئے۔ اسٹمٹ گارڈ، تمروکیز،

ویرانیں، ساری جگہوں کو برف نے ڈھانپ لیا۔ کرسمس کا ٹیکنی کلر ماحول طاری ہوا۔ "اسنو وائیٹ" اور "پس اِن بوٹس" کے پنٹو مائم۔ رنگا رنگ کھلونے اور کاغذی قندیلیں۔ وہ کم بخت خوش دلی اور بشاشت۔ اور لوگوں کے گروہ پھر جنوب کی اور روانہ ہوئے۔ اسٹرن برگ میں چار خانے دار موزے پہنے غریب جرمن لڑکیاں کرسمس کی خریداری کرتی پھر رہی تھیں۔ اور امریکن سپاہی انہیں سگریٹ کے ڈبے تحفے میں دے رہے تھے۔ نوتر دام کی راہبات اپنی چھوٹی چھوٹی بگھیاں ہانکتی سین کے کنارے کنارے اِدھر اُدھر آجا رہی تھیں۔ اب ونٹر اسپورٹس شروع ہو گئے تھے۔ اور برف کے خطرناک حصوں کو جالیاں لگا کر علیحدہ کر دیا گیا تھا۔ وکی بام نے شاید کوئی نیا ناول لکھ لیا تھا۔ اور برف بڑی مہربان تھی۔

پھر برف پگھلی۔ درختوں میں ننھی کونپلیں نکلیں۔ اور ساری کائنات پر شدید، خالص، رنگ بکھر گئے۔

پھر خزاں آئی۔ جنگلوں میں سرخ رنگ کی آگ ایسی لگ گئی۔ تیز سرخ پتوں کے انباروں نے پگڈنڈیوں اور سڑکوں کو اپنے میں چھپا لیا۔ ہوا کی نیلاہٹ میں زردی شامل ہو گئی۔

چلتے چلتے تھک کر وہ راستے میں ایک جگہ ٹھہر گئی۔ سامنے ایک پرانا چرچ تھا۔ وہ غیر ارادی طور پر، ہمیشہ کی طرح، قبروں کے کتبے پڑھنے لگی۔ پھر وہ اندر گئی۔ چیپل خالی پڑا تھا۔ گھسے ہوئے اوک کی بنچیں۔ بپتسمہ دینے کا سرد حوض۔ دیواروں پر ان کرنلوں اور کپتانوں کی تاریخ وفات کی پیتل کی تختیاں جو اس پیرش میں پیدا ہوئے اور سلطنت کی حفاظت کرتے ہوئے جھانسی اور کانپور اور رزمک میں

کھیت رہے۔ اس نے بے دھیانی سے ادھر ادھر گھومتے ہوئے چند سکے فنڈ کے ڈبے میں ڈال دیئے۔

ہلو میری بچی ـــ بہت بوڑھے VICAR نے محبت سے کہا۔ وہ پیچھے VICARAGE سے نکل کر آیا تھا۔ اور لنگڑا رہا تھا۔

ہلو ـــ گڈ ایوننگ ـــ اسے بے حد ڈر لگا۔ اس نے مسکرا کر چند اور سکے بکس میں ڈالے اور باہر آ گئی۔ کیا فضول بات ہے۔ چرچ بنا رکھے ہیں۔ اس نے جھنجھلا کر کہا۔ کار کے پاس پہنچ کر اس کا دل چاہا کہ پھر واپس چلی جائے اور اوک کی بنچ پر سر رکھ کر سو جائے اور پڑی سوتی رہے۔

(اس کے ساتھ وہ ہرے جزیروں پر سے گزری۔ طویل مرمریں گیلریوں کے سایوں میں چلی۔ اونچی سفید سیڑھیوں پر چڑھی جن کے اختتام پر رومن ستونوں میں سے تیرتا ہوا چاند یک لخت سامنے آ جاتا تھا۔ اور چاروں اور سائپرس کے درخت تھے۔

اب وہ بالکنی پر جھک گئی۔ وہ سب ایکٹنگ تھی۔ اس نے بڑے باوثوق طریقے سے عامر سے کہا۔

پتہ ہے۔ عامر نے اطمینان سے جواب دیا۔

مجھ میں بہت کمال کا اسٹیج سنس ہے۔ اور میں ـــ

معلوم ہے۔ ـــ تم نے کبھی آر۔ اے۔ ڈی۔ اے میں ایلوکیوشن سیکھا ہے، اور اسکالا تھیٹر میں "ریڈ ا دلینڈرز" میں تم ـــ

ہاں ـــ اس نے خوشی کے لہجے میں بات کاٹی ـــ اور اسی لئے میں اب تم سے یہ کہنے آئی ہوں کہ مجھے بے حد مسرت ہے کہ تم نے مجھ پر ثابت کر دیا ہے کہ تم بہت سمجھدار ہو۔ ہم واقعی اب GROWN-UP ہیں۔ دراصل

شروع میں غلطی سرائنر میری ہی تھی میں صدق دل سے تم سے معافی چاہتی ہوں۔
میں تمہیں معاف کرتا ہوں ـــــ اس نے بہت فراخ دلی سے جواب دیا۔
وہ دونوں بالکنی پر جھکے سیٹی بجاتے رہے)

سوتا ہوا چاند کاہلی سے چاروں اور تیرا کیا۔ بالکنی کے نیچے سریکھا بیٹھی تھی۔ اس نے پیروں میں آلتا لگا رکھا تھا اور دن بھر وہ دھوپ سینکتی رہی تھی۔ اب وہ اور آئینہ نئے اسٹیج ڈیزائن کے لئے خاکے بنانے میں مصروف تھیں
وہ دیکھو ـــــ چاند مر رہا ہے ـــــ اس نے یک لخت انگلی اٹھا کر روشن کو مخاطب کیا۔
"ہاں ـــــ" اس نے پہلی بار دیکھا۔ چاند مر چکا تھا۔ اور اس کی زرد لاش رات کی ہوا کے رحم وکرم پر ادھر اُدھر ڈول رہی تھی۔
"تم نے دیکھا ـــــ" سریکھا نے سرگوشی کے لہجے میں کہا ـــــ "یہ سب اسٹیج کی سینری تھی۔ ڈیزائن۔ ڈیکور۔ کینوس کے رنگین پردے۔ PROPS ـــــ" اس نے کاغذات کو سمیٹا۔
گیلری میں لفٹ آن کر رکا اور میں اور نرگیش اندر آئے۔ ہم کسی کام سے مڈہرسٹ گئے تھے۔ اور واپسی پر میں نے دیکھا کہ ہیزل میئر کا جنگل کبھی اپنی جگہ پر نہیں ٹھہرا۔
کمرے میں ہم سب چپ چاپ بیٹھے رہے۔ کملا نے روشن کو غور سے دیکھ کر گویا اسے پہچاننے کی کوشش کی پھر وہ اپنی اور سریکھا کی بھارتیہ ناٹیم کی ملبوسات کو الٹنے پلٹنے لگی۔

"کملا ـــ" میں نے دفعتاً کہا ـــ "لوئی مک نیس کی وہ نظم سناؤ ـــ"

"کونسی نظم ـــ؟"

"وہی جو انہوں نے اپنے "خزاں نامے" میں لکھی ہے ـــ" میں نے کہا۔
کملا آتش دان کے جلتے ہوئے مصنوعی انگاروں کو دیکھتی رہی۔

س نے آہستہ آہستہ کہا! ـــ

I loved my love with a platform ticket,
A jazz song,
A hendbag, a pair of stocking of Paris
Sand —
I loved her long
I loved her between the lines and
against the clock,
Not until death
But till life did us part
I loved her with peacock's eyes
and wares of Carthage
With blasphemy, comraderie, and
bravado
And lots of other stuff
I loved her
With my office hours with flowers

and Sirens,
With my budget my latchkey, and
my daily bread;
And so to London, and down the
ever-moving
Stairs ____

ہم پھر خاموش بیٹھے رہے۔

"کملا ____" میں چلائی ____ "مجھے ڈر لگ رہا ہے ____"

وہ قریب آ کر ٹھنڈے فرش پر بیٹھ گئی۔

"تمہیں یاد ہے ____" اس نے سوچتے ہوئے کہا ____ "جولائی یا اگست کی ایک شام جب بارش برس کر تھمی ہی تھی، گھر بالکل سنسان تھا، ممی بنارس گئی ہوئی تھیں، شکنتلا اپنے گھر تھی، میں اور ومِلا اور تم اکیلے برساتی کی سیڑھیوں پر بیٹھے تھے۔ اور شام کی نیلی روشنی سارے میں پھیل گئی تھی۔ اور اس سمے دو سنیاسنیں منتر پڑھتی پھاٹک میں سے اندر باغ میں آ گئی تھیں، اور مصر تھیں کہ ان کو دکھشنا دی جائے۔ اور بچوں کی طرح ہمیں ایکا ایکی یہ خیال آیا تھا کہ یہ چڑیلیں ہیں۔ ہم اتنے بڑے گھر میں تنہا ہیں۔ اب یہ ہمیں کوئی شراپ دیں گی۔ ابھی کچھ ہوگا۔ اس سناٹے میں کوئی خوفناک ان جانی بات ہوگی ____"

"پھر وہ جاپ کرتی اور راجستھانی میں بڑبڑاتی واپس چلی گئی تھیں۔ ہم

نے خوف زدہ ہو کر انہیں زور سے ڈانٹا تھا ۔۔۔ " میں نے آہستہ آہستہ کہا " اور پھر ہمیں دھوے کے سائے سے بھی ڈر لگا تھا ۔ ہم سہمے ہوئے سیڑھیوں پر بیٹھے رہے تھے ۔ میں نے کوشش کر کے آیت الکرسی یاد کی تھی تم نے جلدی جلدی اپنا وہ اکلوتا اشلوک پڑھنا چاہا تھا جو تمہیں کبھی یاد نہ ہو سکا "

" وہ بڑی سنسان شام تھی " کملا نے یاد کیا " تم نے کبھی سوچا ہے کہ ساری شامیں بہت سنسان ہوتی ہیں ۔ ان میں ایسی بے پایاں اداسی ہوتی ہے ۔ شام ۔۔۔ جب دونوں وقت ملتے ہیں ۔ جب ہم جگ مگ کرتے کمروں میں ہنستے ہیں اس وقت بھی دفعتاً بڑے رنج بڑی پشیمانی کا احساس ہوتا ہے "

" پھر ہم تینوں خاموش سڑک پر سے گزر کے جہر جبیں کے گھر چلے گئے تھے ۔ اور وہاں جہر اور قمر کے ساتھ مل کر اس طرح اپنے خوف زدہ ہو جانے پر بہت ہنسے تھے " میں نے کہا ۔

" وہ سنیاسنیں ہمیں ہر جگہ ، ہر موڑ پر ملتی ہیں ۔ وہ ہمیں بددعائیں دیتی ہیں اور دھوے کے سائے میں غائب ہو جاتی ہیں ۔ اندھیری راتوں میں میں نے ان سنیاسنوں کو چلّا چلّا کر روتے سنا ہے " کملا نے کہا ۔

بالکنی کے نیچے اسٹیج پر زور زور سے مرونگ بجنی شروع ہو گئی ۔ آج رات سریکھا اور کملا کا ناچ ہے ۔۔۔ ساری دنیا دیکھنے کے لئے آئے گی ۔ مجھے یک لخت خیال آیا ۔

گیلری میں سے کرشنا مینن کسی سے باتیں کرتے ہوئے گزرے ۔

روشن ہمارے قریب آئی ۔۔۔ " تم لوگ مجھے کبھی کبھی خط لکھا کرو گے ۔؟ " اس نے کہا ۔ مجھے ایسا لگا جیسے اس کی آواز میں التجا تھی ۔

ہاں۔ ہم تمہیں ہر سال عید اور کرسمس اور سال نو کے کارڈ بھیجیں گے۔ میں نے کہا (کیا انجام بس یہی ہے۔ کچھ عرصے تک ان سب کے کرسمس کارڈ آئیں گے۔ اور پھر وہ بھی آنے بند ہو جائیں گے۔ راہ میں جب سمندر اور مختلف خوابوں کے وسیع ویرانے اور ملکی اور سیاسی حد بندیاں حائل ہوں تو کہاں تک ان خوشگوار تعلقات کو گھسیٹا جا سکتا ہے) ہاں۔ ہم سب تمہیں ضرور کرسمس کارڈ بھیجا کریں گے۔ میں نے دہرایا۔

خود عامر کچھ عرصے تک تمہیں ایک آدھ تہنیت کا چھپا ہوا کارڈ بھیج دے گا۔ پھر وہ بھی خاموش ہو جائے گا میں نے کچھ دیر بعد پھر کہا۔

مرونگ کی آواز تیز ہو گئی۔ نادر دام تا نادی رے نا ــــــ جہاں رانی نرتیہ سرسوتی چھن سے اسٹیج پر آئی۔ اب حسب معمول میں ناچوں گی۔ کملا ناچے گی۔ وہ تھ انڈونیزین لڑکے ناچیں گے۔ آئی رپو، جتی سورم ــــ سب دام۔ THE SHOW MUST GO ON۔ ایسی کیا خاص بات ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیوں جاری رہے۔ پردے کے قریب بیٹھے رنگا ناتھن تگیا راجہ کا نغمہ الاپ رہے ہیں۔ کٹ تک تام تت تام۔ کٹ تک تئی۔ تت تئی۔ کل مجھے ٹیلی ویژن پر یہ بھارت نا تیم دکھانا ہے۔ پرسوں ملکہ جولیانہ کے سامنے ناچنا ہے۔ دریا بہہ رہا ہے بہے جا رہا ہے۔ ڈائیلن ٹامس مر گئے۔ بلبل چودھری مر گئے۔ روشن ــــ افسوس کہ روشن بھی شاید مر گئی۔ آئی رپو۔ جتی سورم۔ سب دام۔ ورنام۔

شو جاری رہا۔

اور اب ہال خالی پڑا تھا۔ آر۔ اے۔ ڈی۔ اے کی چند لڑکیاں

اور لڑکے اِدھر اُدھر بیٹھے تھے۔ اخباروں کے نمائندے ہاتھ میں کاغذ لئے سریکھا دیوی کے قیمتی الفاظ سننے کے لئے کان لگائے کھڑے تھے۔ کارڈ بورڈ کے سٹ افراتفری کے عالم میں بکھرے ہوئے تھے" "رقص میں میری زندگی ہے" ــــ سریکھا نے رامیشورم کے مندر کی سیڑھی پر پیر رکھے رکھے انٹرویو والی شائستہ اور متوازن آواز میں کہنا شروع کیا۔

"خداوندا ــــ سریکھا ــــ" میں نے بور ہو کر جمائی لی۔

"ہش میں پریس کو بیان دے رہی ہوں ــــ"

اخبار کے نمائندے مسحور ہو کر اسے دیکھتے رہے۔

میں نیم تاریک آڈیٹوریم کی ایک نشست پر بیٹھ کر اونگھنے لگی۔ یہ ننھا سور مارکیٹ گیا تھا ــــ یہ ننھا سور مارکیٹ گیا تھا۔ یہ ننھا سور گھر پر رہا۔ اس ننھے سور نے بھنا گوشت کھایا۔ یہ ننھا سور سارے راستے روتا ہوا، واپس آیا ــــ وی وی وی وی وی وی ــــ

شور سارے میں پھیل گیا۔ شور نزدیک آ کر بالکل اس کے کانوں کے پردوں سے ٹکرانے لگا۔ میراثنوں کی ٹولیاں گھر کے مختلف حصوں میں الگ الگ محفل جمائے گلا پھاڑ رہی ہیں۔ ہائے اللہ بٹیا اب یہ اہو چنتیں۔ بڑا ہونے والی ہیں ــــ اے بیٹا دولہا میاں کی تصویر دکھلائے دیجئے ــــ چنبیلی اٹھلائے جا رہی ہے۔ بارہ امام کے گھر کا محمد مرزا بن آئے ــــ دھن دھن بھاگ بی بی آمنہ رے ــــ جو ہی خانم کی پارٹی کا مقابلہ لاڈی بیگم سے ہو گیا ہے۔ دونوں چلا رہی ہیں۔ لان پر اور ڈرائنگ

روم میں "اعلیٰ ترین سوسائٹی" کی خواتین اِدھر اُدھر ٹہل رہی ہیں۔ ڈریس سوٹ اور سیاہ شیروانیوں والے آدمی ان سے فلرٹ کرنے میں مصروف ہیں۔ میں انہیں لوگوں میں سے ہوں۔ میں انہیں میں شامل ہوں۔ باقی سب بکواس تھی۔ آتش دان پر اسپینش رقاصوں کے جوڑے کے چاروں طرف کرسمس کارڈ رکھے ہیں۔ گیا کبھی میں ان لوگوں سے ملتی تھی۔ بڑی بڑی دھوم سے بیاہن چلے گا دت راگ شہانہ۔ شور بڑھتا جا رہا ہے۔ دریا جو آہستہ آہستہ بہہ رہا تھا اب اس کا طوفان آسمان تک پہنچ گیا ہے۔ اس بنے پر سایہ کلغی کا۔ ارے مورا سندر شیام بنا ــــ ری موری چوڑی کا گاہک آیا ری ــــ اب دولہا میاں کو اندر لایا جا رہا ہے (اگر تم نے اسے کوئی سیدھا راستہ دکھایا ہوتا تو وہ گھر واپس جا کر کسی ٹھکانے کے آدمی سے بیاہ کر لیتی ــــ وہ لامحالہ گھر واپس جا کر کسی ٹھکانے کے آدمی سے بیاہ کر لے گی۔ اطمینان رکھو ــــ) ارے جب میاں بنرے باگوں میں آئے ــــ مالی بھیٹے اگوانی۔ باجے باجے مردنگ ــــ ٹھکانے کا آدمی (جانے کون ــــ کسی چیز سے کوئی فرق نہیں پڑتا) اب مسند پر بیٹھا ہے۔ منحوس۔ کمینہ، کم بخت ــــ ہائے بیٹا کیسا پھکو پھکو رو رہی ہیں ــــ ہرے سائے کی بخنی ہتریا۔ طبلہ بجایوں رے ساری رات ــــ وہ ساری لکھائی پڑھائی انٹلکچوئیزم کمبخت ــــ الّو گدھوں کی طرح بیٹھے رادھا کرشنن سے فلسفہ پڑھ رہے ہیں۔ کیوں پڑھ رہے ہیں صاحب ــــ بیہودہ۔ چلے تھے بہت طرم جنگ بن کر ــــ اب شکل دیکھو ذرا اپنی۔ کتّے کی طرح گھونگھٹ کاڑھے بیٹھی ہیں۔ کم بخت ــــ میں تم سے پوچھوں اے ہریالے۔ کیا کیا پایا سسرال ــــ؟ ارے دان بھی پایوں، دہیز بھی پایوں،

ناجو بھی پا لیوں انمول ـــــ فلسفہ۔ سیاسی جدوجہد SOLIDARITY-
کا ہے کی کہاں کی۔ ان منحوس چڑیلوں کو میں ان کے کرسمس کارڈوں کا
جواب دوں گی ـــــ ؟ ہرگز نہیں ـــــ

ـــــ ارے میں تم سے پوچھوں اے کنبے دلارے ـــــ کیا کیا کھایا
سسرال ـــــ ؟

ارے میوہ بھی کھا لیوں مصری بھی کھا لیوں ـــــ

اتنا جھوٹ مت بول ہریالے ـــــ

کھٹارے دہیا باسی بھات ـــــ ارے ہمرے سالے کی پچتی پتریا ـــــ
طوفان اور اونچا اٹھتا جا رہا ہے۔ اور اونچا۔ اور اونچا۔ اب سارے
راستے مسدود ہیں۔ دریا کے کنارے ڈوب چکے ہیں۔ اب کہیں
نجات نہیں ہے۔

لیکن شو جاری رہے گا۔

ہماری مطبوعات

ناقابلِ فراموش	دیوان سنگھ مفتون
کارِ جہاں دراز ہے	قرۃ العین حیدر
آشفتہ بیانی میری	رشید احمد صدیقی
رسیدی ٹکٹ	امرتا پریتم
پیغمبرانِ سخن	سردار جعفری
وے صورتیں الٰہی	مالک رام
ساحر شخص و شاعر	ناز صدیقی
آگ کا دریا	قرۃ العین حیدر
سیتا ہرن	〃
ماں کی کھیتی	〃
آدمی کا مقدر	〃
ڈنگو	〃
آلپس کے گیت	〃
تلاش	〃
کٹاری	سعادت حسن منٹو
ایک گدھے کی سرگذشت	کرشن چندر
الٹا درخت	〃
دادر پل کے بچے	〃
میری یادوں کے چنار	〃
رات چور اور چاند	بلونت سنگھ
چک پیراں کا جسّا	〃
ناگ منی	امرتا پریتم
یہ سچ ہے	〃
پنجر	〃
اُنچاس دن	〃
رنگ کا پتہ	〃
ایک تھی انیتا	〃

ڈاکٹر دیو	امرتا پریتم
بلاوا	〃
دو ہاتھ	عصمت چغتائی
بدن کی خوشبو	〃
افسانے ڈرامے	〃
ایک لڑکی ایک جام	امرتا پریتم
پھول کی تنہائی	کرشن چندر
محبت کی رات	〃
نئے غلام	〃
بلونت سنگھ کے افسانے	بلونت سنگھ
پطرس کے مضامین	پطرس بخاری
پطرس کے خطوط	〃
تنقیدی مضامین	〃
اس نے کہا	خلیل جبران
خدا اور دیوتا	〃
زرد پتے	〃
جوانی اور محبت	〃
مجرم	〃
پاگل	〃
ہاتھ ہمارے قلم ہوئے	راجندر سنگھ بیدی
کندن	〃
بیدی کے افسانے	〃
پانچ برس لمبی سڑک	امرتا پریتم
مضامین رشید	رشید احمد صدیقی
خنداں	〃
مضامین کرشن چندر	کرشن چندر